جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

النور

امان-شہادت ۱۳۹۷ ہش
مارچ-اپریل ۲۰۱۸ء

۲۰۱۸ء کے گوئٹے مالا میں منعقدہ آخری وِمین ہیلتھ کیمپ کے پروگراموں کے چند مناظر

گوئٹے مالا سینٹرل امریکہ کا ایک ملک ہے جہاں عورتوں کی صحت کو برقرار رکھنے کی سہولیات، خاص طور پر چھوٹے شہروں اور دیہاتی علاقوں میں اکثر غریب ممالک کی طرح تقریباً ناپید ہیں۔ ہیومینیٹی فرسٹ ایک عرصہ سے خاص طور پر اس مقصد کے لئے یہاں عورتوں کے چیک اپ کے لئے سالانہ دو تا چار کیمپ لگاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ کے فضل سے کئی عورتوں کو موذی بیماریوں کا وقت پر پتہ چل جاتا ہے اور اُن کا علاج وقت پر ہو سکتا ہے۔

AHMADIYYA
MUSLIM COMMUNITY
United States of America

*Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian*

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

النور

ریاستہائے متحدہ امریکہ Al-Nur

جلد ۳۹ امان شہادت ۱۳۹۷ ہش ــــ مارچ، اپریل ۲۰۱۸ ــــ جمادی الآخر، رجب، شعبان ۱۴۳۹ ہجری شمارہ ۳۔۴

یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ ﴿سورۃ النساء﴾ : ۱۷۲

اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کے متعلق حق کے سوا کچھ نہ کہو۔

وَذَرُوا الَّذِیۡنَ یُلۡحِدُوۡنَ فِیۡۤ اَسۡمَآئِہٖ ؕ ﴿سورۃ الانفال﴾ : ۲۵

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارہ میں کج روی سے کام لیتے ہیں۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿سورۃ الانعام﴾ : ۵۳

اور تُو ان لوگوں کو نہ دھتکار جو اپنے ربّ کو اس کی رضا چاہتے ہوئے صبح بھی پکارتے ہیں اور شام کو بھی۔ تیرے ذمّہ ان کا کچھ بھی حساب نہیں اور نہ ہی تیرا کچھ حساب اُن کے ذمّہ ہے۔ پس اگر پھر بھی تو انہیں دھتکار دے گا تو تُو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

(۷۰۰ احکامِ خداوندی صفحہ ۹۷۔۹۸)

لکھنے کا پتہ:

Al-Nur@ahmadiyya.us

Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road Silver Spring, MD 20905

اِس شمارے میں

وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(سورۃ الجمعہ:۴)

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

تفسیر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام

”۔۔۔یہی زمانہ ہے جس میں کہہ سکتے ہیں کہ گویا ایمان زمین پر سے اُٹھ گیا جیسا کہ اِس وقت لوگوں کی عملی حالتیں اور انقلاب عظیم جو بدی کی طرف ہوا ہے اور قیامت کے علاماتِ صغریٰ جو مدت سے ظہور میں آچکی ہیں صاف بتلا رہی ہیں اور نیز آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جیسے صحابہ کے زمانہ میں زمین پر شرک پھیلا ہوا تھا ایسا ہی اُس زمانہ میں بھی ہوگا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس حدیث اور اس آیت کو باہم ملانے سے یقینی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پیشگوئی مہدی آخر الزمان اور مسیح آخر الزمان کی نسبت ہے کیونکہ مہدی کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی اور مسیح آخر الزمان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دوبارہ ایمان اور امن کو دنیا میں قائم کر دے گا اور شرک کو محو کرے گا اور ملل باطلہ کو ہلاک کر دے گا۔ پس اِن حدیثوں کا مآل بھی یہی ہے کہ مہدی اور مسیح کے زمانہ میں وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا اور ثُریا تک پہنچ گیا تھا پھر دوبارہ قائم کیا جائے گا اور ضرور ہے کہ اوّل زمین ظلم سے پُر ہو جائے اور ایمان اُٹھ جائے کیونکہ جبکہ لکھا ہے کہ تمام زمین ظلم سے بھر جائے گی تو ظاہر ہے کہ ظلم اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ناچار ایمان اپنے اصلی مقر کی طرف جو آسمان ہے چلا جائے گا۔ غرض تمام زمین کا ظلم سے بھرنا اور ایمان کا زمین پر سے اُٹھ جانا اس قسم کی مصیبتوں کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایک ہی زمانہ ہے جس کو مسیح کا زمانہ یا مہدی کا زمانہ کہتے ہیں اور احادیث نے اس زمانہ کو تین پیرایوں میں بیان کیا ہے رجل فارسی کا زمانہ۔ مہدی کا زمانہ۔ مسیح کا زمانہ۔ اور اکثر لوگوں نے قلت تدبر سے اِن تین ناموں کی وجہ سے تین علیحدہ علیحدہ شخص سمجھ لئے ہیں اور تین قومیں اُن کے لئے مقرر کی ہیں۔ ایک فارسیوں کی قوم۔ دوسری بنی اسرائیل کی قوم، تیسری بنی فاطمہ کی قوم۔ مگر یہ تمام غلطیاں ہیں۔ حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہے جو تھوڑے تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک حدیث سے جو کنز العمال میں موجود ہے سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنی بنی فارس بنی اسحاق میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی ہوا پس گویا وہ نصف اسرائیلی ہوا اور نصف فاطمی ہوا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں لیکن یہ الہام اس زمانہ کا ہے کہ جب اس دعویٰ کا نام ونشان بھی نہیں تھا یعنی آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس یعنی توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو! اور پھر دوسری جگہ یہ الہام ہے۔ ان الذین صدّوا عن سبیل اللہ ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ۔ یعنی جو لوگ خدا کی راہ سے روکتے تھے ایک شخص فارسی اصل نے اُن کا ردّ لکھا۔ خدا نے اُس کی کوشش کا شکریہ کیا۔ ایسا ہی ایک اَور جگہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے لو کان الایمان معلّقًا بالثریّا لنالہ رجل من فارس یعنی اگر ایمان ثریا پر اٹھایا جاتا اور زمین سراسر بے ایمانی سے بھر جاتی تب بھی یہ آدمی جو فارسی الاصل ہے اس کو آسمان پر سے لے آتا۔ اور بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے۔ الحمدللہ الذی جعل لکم الصھر والنسب۔ اشکر نعمتی رئیت خدیجتی۔ یعنی تمام حمد اور تعریف اُس خدا کے لئے جس نے تمہیں فخر دامادی سادات اور فخر علو نسب جو دونوں مماثل ومشابہ ہیں عطا فرمایا یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونے کی فضیلت عطا کی اور نیز بنی فاطمہ اُمہات میں سے پیدا کر کے تمہارے نسب کو عزت بخشی اور میری نعمت کا شکر کر کہ تو نے میری خدیجہ کو پایا یعنی بنی اسحاق کی وجہ سے ایک تو آبائی عزت تھی اور دوسری بنی فاطمہ ہونے کی عزت اس کے ساتھ ملحق ہوئی اور سادات کی دامادی کی طرف اس عاجز کی بیوی کی طرف اشارہ ہے جو سیّدہ سندی سادات دہلی میں سے ہیں میر درد کے خاندان سے تعلق رکھنے والے۔ اسی فاطمی تعلق کی طرف اس کشف میں اشارہ ہے جو آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کیا گیا جس میں دیکھا تھا کہ حضرات پنج تن سید الکونین حسنین فاطمۃ الزہراء اور علی رضی اللہ عنہ عین بیداری میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور عالم خاموشی میں ایک غمگین صورت بنا کر بیٹھے رہے۔ اُسی روز سے مجھ کو اس خونی آمیزش کے تعلق پر یقین کلّی ہوا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ ۔۔(روحانی خزائن جلد ۱۷ تحفہ گولڑویہ صفحات ۱۱۵۔۱۱۸)

نزولِ مسیح کے بارے میں احادیث مبارکہ

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَمَّكُمْ مِنْكُمْ۔

(بخاری کتاب الانبیاء نزول عیسٰی بن مریم و مسلم و مسند احمد صفحہ ۲/۳۳۶)

تمہاری حالت کیسی نازک ہو گی جب ابن مریم یعنی مثیل مسیح مبعوث ہو گا جو تمہارا امام اور تم میں سے ہو گا۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔

*___*___*___*___*___*___*___*___*

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَايَقْبَلَهٗ اَحَدٌ۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب فتنۃ الدجال و خروج عیسٰی بن مریم و خروج یاجوج و ماجوج)

جب تک عیسٰی بن مریم جو منصف مزاج حاکم اور امام عادل ہوں گے مبعوث ہو کر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔ (جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

*___*___*___*___*___*___*___*___*

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَا بِقَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ خِيَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِيْنَ سُبُوْا مِنَّا نُقَا تِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ: لَا، وَاللّٰهِ! لَانُخَلِّيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَايَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَبَدًا وَيُقْتَلُ ثُلُثٌ هُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَحِ الثُّلُثُ لَايُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطَنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَآئِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ اِنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَا ؤُا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَمَا يُعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَاَمَّهُمْ فَاِذَارَاٰهُ عَدُوُّاللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ فَلَوْ تَرَكَهٗ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهٗ فِيْ حَرْبَتِهٖ۔

(مسلم کتاب الفتن باب فی فتح قسطنطنیۃ)

قیامت قائم ہونے سے پہلے اعماق اور دابق میں روم یعنی عیسائیوں کی فوجیں اتریں گی مدینہ سے ایک لشکر ان کے مقابلے کے لئے جائے گا یہ لشکر زمین کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہو گا۔ جب مقابلہ شروع ہو گا تو رومی قومیں کہیں گی تم ہمارے مقابلہ سے ہٹ جاؤ اور ان لوگوں سے مقابلہ کرنے دو، جو ہمارے دین کو چھوڑ گئے ہیں لیکن مسلمان کہیں گے ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے سپرد نہیں کریں گے جب جنگ شروع ہو گی تو مسلمانوں کے لشکر کا تیسرا حصہ بھاگ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ اس فوج کا دوسرا ثلث شہید ہو جائے گا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین شہیدوں میں شمار ہوں گے بقیہ تیسرا حصہ فتح حاصل کرے گا۔ جو پھر کبھی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا۔ یہ لشکر قسطنطنیہ فتح کرے گا اسی اثناء میں یہ فوج اس فتح کی غنیمتیں تقسیم کر رہی ہو گی اور اس نے اپنی تلواریں زیتون کے درختوں کے ساتھ لٹکائی ہوئی ہوں گی کہ شیطان چیخ کر کہے گا کہ مسیح الدجال تمہارے پیچھے علاقہ میں گھس آیا ہے۔ جب وہ وہاں سے نکلیں گے تو معلوم ہو گا کہ خبر غلط ہے لیکن شام میں پہنچتے پہنچتے دجال کا خروج حقیقت نظر آنے لگے گا۔ مسلمان بھی مقابلہ میں آجائیں گے۔ اسی دوران میں جب وہ صفیں ٹھیک کر رہے ہوں گے اور نماز کے لئے اقامت ہو رہی ہو گی کہ عیسٰی بن مریم نزول فرما ہوں گے جو مسلمانوں کی امامت فرمائیں گے جب دجال مسیحؑ کو دیکھے گا تو اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے دجال کو ہلاک کرائے گا۔ اور وہ لوگوں کو اپنے خنجر میں دجال کا خون بھی دکھائے گا۔ (یہ سارا واقعہ دراصل تعبیر طلب اور کشفی نظارہ ہے جو آنحضرتؐ نے اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرمایا۔)

*___*___*___*___*___*___*___*___*

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے اہم مقاصد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"۔۔۔میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہر گز اس کو خدا تعالیٰ اور عالم آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا اور جیسا کہ ضعف ایمان کا خاصہ ہے یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علت غائی ہیں مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہو گا۔ بعد اس کے کہ بہت دور ہو گیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدّد ہوں اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳، کتاب البریّہ، صفحات ۲۹۱۔۲۹۴ حاشیہ)

"۔۔۔اب اتمام حجت کے لئے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ اسی کے موافق جو ابھی میں نے ذکر کیا ہے خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریّت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔۔۔"

(روحانی خزائن جلد ۵، آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۱)

"۔۔۔وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقعہ ہو گئی ہے اُس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں اُن کو ظاہر کر دوں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دُعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے ان کی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اَب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں۔ اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہو گا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہو گا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔۔۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۰، لیکچر لاہور، صفحہ ۱۸۰)

"۔۔۔خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا کہ تا میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اُس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہِ راست پر چلاؤں۔ انسان کو اِس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اُس کو ملیں جن کے رُو سے اُس کو یقین آ جائے کہ خدا ہے کیونکہ ایک بڑا حصہ دنیا کا اسی راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ اُن کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔ اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اِس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم اور کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور پوشیدہ واقعات اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتلاتا ہے اور وہ نہاں در نہاں اسرار جن کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے کوئی راہ نہیں جس کے ذریعہ سے آئندہ زمانہ کی ایسی پوشیدہ اور انسانی طاقتوں سے بالاتر خبریں اس کو مل سکیں۔ اور بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ غیب کے واقعات اور غیب کی خبریں بالخصوص جن کے ساتھ قدرت اور حکم ہے ایسے امور ہیں جن کے حاصل کرنے پر کسی طور سے انسانی طاقت خود بخود قادر نہیں ہو سکتی۔۔۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۵، تریاق القلوب صفحہ ۱۴۳)

حالات جیسے بھی ہوں مومن کی گواہی ہمیشہ سچی اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہئے

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر معاملہ میں عدل قائم کرنے کی تلقین کی ہے لیکن آج عام مسلمانوں اور علماء میں یہ معیار عموماً دیکھنے میں نہیں آتے مثلاً گھریلو معاملات میں اپنے حقوق لینے کے لئے سچائی سے کام نہیں لیتے اور عدالت میں جھوٹ بولتے ہیں۔ اور اس طرح قومی سطح پر برائیاں پھیلتی چلی جاتی ہیں اور ہر طبقہ پر انصاف کے معیاروں کو روندا جاتا ہے۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ ہم خیر امت ہیں لیکن وہ ایسی صورت میں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر عمل کریں۔ پس حالات جیسے بھی ہوں مومن کی گواہی ہمیشہ سچی اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہئے۔ اور یہ اسی وقت ہی ہوگا جب اس کا ایمان پکا ہوگا۔ یہ اسی وقت ہی ہوگا جب انسان ضرورت پڑنے پر اپنے یا اپنے والدین یا اپنے خاندان کے خلاف بھی گواہی دینے کے لئے تیار ہو۔ افسوس اس بات کا ہے بعض اوقات ہم میں بھی ایسی باتیں دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً قضا یا لین دین کے معاملات۔ بعض دین کا علم رکھنے والے بھی ایسی حرکتیں کر جاتے ہیں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ ہمارے تمام اعمال ہمارے سامنے رکھے جائیں گے۔ جس امام کو ہم نے مانا ہے انہوں نے تو انصاف کے اعلیٰ معیار کی مثال ہمارے لئے قائم کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ذکر ہے کہ جوانی کے زمانہ میں ایک مقدمہ میں آپ نے اپنے والد کے خلاف گواہی دی باوجود اس کے کہ وکیل نے آپ کو بتایا تھا کہ اس طرح آپ کیس ہار جائیں گے۔ اور کیس ہارنے کے بعد آپ ایسی مسکراہٹ سے نکلے کہ گویا آپؑ نے کیس جیت لیا ہو۔ پس ایسی اعلیٰ مثال ہمیں اپنے سامنے رکھنی چاہئے۔ مثلاً بعض لوگ کمائی کو چھپا کر ٹیکس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور پکڑے جانے پر اپنی بھی اور جماعت کی بھی بے عزتی کا موجب بنتے ہیں۔ اگر ہم اپنے اعمال اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق رکھیں تو اللہ تعالیٰ بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ رشتہ کے معاملات میں جھوٹ بولتے ہیں۔ بعض لوگ طلاق کے بعد ایک دوسرے کے خلاف جھوٹ بول کر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ نہایت غلط باتیں ہیں۔ مذہبی اختلاف کی وجہ سے کسی سے زیادتی نہیں کرنی چاہئے۔ مومن کا کام تو یہ ہے کہ ہر معاملہ میں امن اور انصاف کی مثال قائم کرے۔ آجکل مسلمانوں کی ناانصافیوں کو مغرب میں بہت اچھالا جاتا ہے کہ کس طرح مسلمان ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں اور حکمران اپنے ہی لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور پھر یہاں مغربی ممالک میں آکر بھی بعض ظلم کرتے ہیں اور اس کا یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے ہمارے لوگوں پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ اس ظلم میں بھی اصل قصوروار مسلمان ہی تھے۔ پس اس طرح یہ دشمنیاں بڑھتی جائیں گی۔ یہ بات قرآن کریم کی اس تعلیم کے خلاف ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ لیکن افسوس کہ آجکل کے علماء نے مسلمانوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اسلام کی حقیقی تعلیم ان لوگوں کو بتائیں اور آنحضرت ﷺ کا حقیقی اسوہ بیان کریں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے بعض مسلمانوں کو خبر رسانی کے لئے بھیجا۔ حرم کے علاقہ میں بعض لوگوں نے ان کو دیکھ لیا۔ اس ڈر سے کہ یہ لوگ دوسروں کو بتا دیں گے مسلمانوں نے ایک دو لوگوں کو قتل کیا۔ مقتولین کے لوگ شکایت کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم لوگ بھی ظلم کرتے رہے ہو بلکہ کہا کہ ہاں تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ اور دستور کے مطابق مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے گا۔ اور ان صحابہ سے خفا ہوئے۔ پس وہ معیار جن پر ہم نے چلنا ہے اور جس کو قائم کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا گیا۔ اور اس معیار کو قائم کئے بغیر ہم حقیقی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ ورنہ غیر ہمیں کہیں گے کہ پہلے اپنے معاملات تو درست کرو۔ اللہ کرے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر چلنے والے ہوں اور دوسروں کے لئے انصاف کا نمونہ بننے والے ہوں۔ حضور انور نے مکرم حسن محمد خان صاحب سابق نائب وکیل التبشیر کے نماز جنازہ کا اعلان فرمایا۔ موصوف موصی تھے اور تبلیغ کا بہت شوق رکھتے تھے۔ ۱۹۵۳ میں موصوف اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔ کینیڈا آنے کے بعد ۲۰۰۶ تک مدیر احمدیہ گزٹ بھی رہے۔

خطبات کا مکمل متن اور خلاصے mta.tv اور alislam.org پر دیکھنے، سننے اور پڑھنے کے لئے مہیا ہیں اور الفضل اور بدر قادیان میں بھی باقاعدہ شائع ہوتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں الفضل انٹرنیشنل خریدنے کے لئے براہِ کرم مکرمہ فائزہ باجوہ سے مندرجہ ذیل ذرائع سے رابطہ فرمائیں۔
E.-mail: fh0294@yahoo.com. Phone: (718) 813-0700. Mail: 188-15 McLaughlin Ave., Hollis NY 11423

ہم کون ہیں؟

پروفیسر رشیدہ تسنیم خان۔ فلاڈلفیا، امریکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جیّد صحابی، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی قدسی رضی اللہ عنہ 'ایک جیّد عالم با عمل، صوفی، صاحبِ رویاء و کشوف، اعلیٰ پایہ کے مناظر اور مشہور مبلغِ سلسلہ عالیہ احمدیہ تھے۔ آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہنمائی میں ہندوستان بھر میں زبردست تبلیغی مہمات سر کیں جن کا کچھ تذکرہ آپ نے اپنی سوانح "حیاتِ قدسی" میں تحریر فرمایاہے۔

مولانا مرحوم کی درجِ ذیل فارسی نظم "ہم کون ہیں "۱۹۳۷ء میں روزنامہ الفضل میں چھپی تھی۔ چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو یہ نظم بہت پسند تھی اور آپ کو زبانی یاد تھی۔اس نظم کے لکھنے کے موقع کے بارے میں حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں:"جب مخالفین نے بار بار چیلنج دیااور احمدیت کی تخفیف اور تذلیل کی کوشش کی، تومیں نے احمدیت کی شان کے اظہار کے لئے یہ نظم کہی "۔(حیاتِ قدسی۔ حصہ پنجم۔صفحہ ۹۴۔ مطبوعہ حکیم محمد عبد اللطیف شاہد۔لاہور)۔

یہ نظم گہرے تصوف اور فلسفیانہ مضامین کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔اور آپ نے بہت مناسب الفاظ میں ہر احمدی کے دل کی آواز کو مخالفوں تک پہنچایاہے۔ فجزاہ اللہُ احسن الجزاء۔ میری اخذ کردہ معلومات کے مطابق اس لطیف مطالب سے پُر فلسفیانہ نظم کا ابھی تک اردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔ میں اس بلند پایہ نظم کا تشریحی مفہوم اردو میں پیش کرتی ہوں۔

ہم کون ہیں!

ما نفخۂ صُوریم بصد شورشِ محشر
ما جلوۂ طُوریم بصد منظرِ مُوسیٰ

ہماری تبلیغِ حق نے دنیا میں ایک حشر برپا کر دیاہے۔ ہم میں خدا تعالیٰ کا جلوہ اُسی طرح نظر آتاہے جیسے موسےٰ علیہ السلام کو طُور پر نظر آیا تھا۔

ما نقدِ اثر از دمِ اعجازِ مسیحیم
ما محیِ اصحابِ قبوریم چو عیسیٰ

ہمیں (مسیحِ دوراں پر ایمان لانے کے باعث) مرُدے زندہ کرنے کا اعجاز عطا کیا گیاہے۔ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صدیوں پرانے روحانی مُردوں کو (جو غلط عقائد اور بے عملی کی قبروں میں پڑے ہوئے تھے) زندہ کر دیاہے۔

ما از پئے احیاءِ جہاں جان نثاریم
ما جانِ جہانیم و فدائیم بہ احیاء

ہم دنیا کو زندگی بخشنے کے لیئے اپنی جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ ہمارے پاس دنیا کے لئے زندگی بخش پیغام ہے جسے پھیلانے کے لئے ہم نے سر دھڑ کی بازی لگادی ہے۔

ما از پئے ایں دورِ جدیدیم اساسے
ما دستِ قضائیم بہ تعمیرِ بناہا

ہمارے ہاتھوں سے دورِ جدید کی بنیاد خدا تعالیٰ کی مشّیت سے رکھی جارہی ہے (ہمیں سچائی پھیلانے کے لئے قدرت نے اس زمانے میں چناہے)۔

آں رسمِ قتیلانِ محبّت کہ کہن گشت
ما تازہ کُنیم از سرِ نو دار و رسن را

گو دنیا محبت الٰہی سے سرشار ہو کر جان قربان کرنے والوں کی روایات کو بھول گئی ہے، مگر ہم نے قرونِ اولیٰ کی ان روایات کو از سرِنو تازہ کر دیاہے۔

آں منزلِ خُوں بار کہ شُد مقتلِ عشّاق
از مقصد ما ہست بصد جوشِ تمنّا

حق و صداقت کے عاشق جہاں اپنی جانیں نثار کرتے رہے ہیں، اُسی قربان گاہ تک رسائی تو ہماری زندگی کا نصب العین ہے۔

از بہرِ رُخے غازہ ز خُونابۂ عشق است
زانست کہ سر بر دمِ تیغ است قلم را

عاشقوں کی شاندار قربانیوں سے ہی تو معشوق کی شان ظاہر ہوتی ہے، اسی لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے ہم ہر وقت تلوار کی دھار کے منتظر

رہتے ہیں۔

ہر جا کہ بعزمیم کفن بستہ بدوشیم
خوش مسلکِ خُونیں است پئے عاشقِ شیدا

ہم اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کفن بر دوش رہتے ہیں، کیوں کہ سچے عاشقوں کا مذہب ہی ہر وقت قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔

مرگ است بہ احیائے کسے فدیۂ عشّاق
ایں موت حیاتِ است دریں رسمِ تولّا

قدیم سے محبت کرنے والے اپنے محبوب کی رضا اور قُرب جوئی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے چلے آئے ہیں، اور یوں انہوں نے اپنی موت سے ابدی حیات پائی ہے۔

آں راز کہ مے بود نہاں دوش بہ عارف
امروز عیاں گشت بہر محفلِ اعداء

کل تک (یعنی زمانہ مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے) لقاءِ الٰہی ایک راز تھا جو کچھ ہی راز دانوں کو معلوم تھا۔ مگر آج یہ راز ہر دوست و دشمن پر (مسیح موعودؑ کی برکت سے) عیاں ہو چکا ہے۔

ما کافرِ نو ایم و بحق مسلمِ نَو ایم
ما از پئے ہر باطل و حقّیم تماشا

ہمیں کافر اور مرتد قرار دیا جاتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو اب مسلمان ہوئے ہیں، ہماری سچائی ہر دوست اور دشمن پر عیاں ہے۔

ما سرِّ نہانیم بصد پردۂ ظلمات
ما نُورِ عیانیم زِ ہر منظرِ اسنیٰ

ہم تاریکی کے دبیز پردوں میں چھپے راز تھے۔ لیکن اب ہمارا نور ہر طرف ظاہر و باہر ہے

در منزلِ خاکیم و کم از خاک و حقیریم
بر مسندِ افلاک بَصد دَولتِ عُلیا

ہم دنیا میں حقیر اور ذلیل خیال کئے جاتے ہیں، جبکہ ہمیں خدا تعالیٰ کے نزدیک اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے۔

ما ساقیِ عہدیم و ہم مست الستیم
ما جام بدستیم بہر طالبِ مَولا

ہم اس دور کے ساقی ہیں۔ اور مئے الست سے سرشار، ہر طالبِ حق کو پلانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ ہر پیاسے کے لئے جام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہمارے زندگی بخش جام میں خدا کی محبت کی گہری مستی اور کیف ہے۔

ما از پئے ہر تشنہ لبے آبِ حیاتیم
ما آبِ حیاتیم بصد نشّۂ صہباء

ہمارے زندگی بخش جام میں خدا کی محبت کی گہری مستی اور کیف ہے۔ ہمارے پاس اللہ کے فضل سے ہر دکھ اور درد کی دوا موجود ہے۔

ما منجیٔ ہر غرقۂ طوفانِ ضلالیم
ما کشتیٔ نوحیم دریں سیلِ بلاہا

ہم طوفانِ گمراہی میں ہر ڈُوبنے والے کے نجات دہندہ ہیں۔ اِس زمانے کے مصائب کے طوفان سے بچاؤ کے لئے ہم نُوح علیہ السلام کی کشتی ہیں۔

ما صحبِ بنی احمد موعود خدائیم
ما حزبِ خدائیم پئے شوکتِ طٰہٰ

ہم احمدِ موعود علیہ السلام کے بیٹے (مصلح موعودؓ) کے ساتھ ہیں۔ ہم خدا کی جماعت ہیں اور رسولِ پاک ﷺ کی شان و شوکت ظاہر کرنے کے لئے کمر بستہ ہیں۔

ما بانگِ صفیریم بصد جذبِ جہانگیر
تا جمع کنیم از رہے مرغانِ حرم را

ہم خدائی پرندے ہیں ہماری دنیا بھر میں گونجتی ہوئی محبت بھری آواز پر دنیا کے کونے کونے سے ربِّ کعبہ کی محبت میں سرشار پرندے جمع ہو رہے ہیں۔

ما کاسرِ اصنام و صلیبیم بحجّت
ما حُجّتِ حقّیم چو صد نیّر بیضاء

ہم سورج جیسی چمکدار سچی اور قطعی دلیلوں کے ساتھ بتوں اور صلیبوں کو توڑنے والے ہیں۔

ما قاتلِ خنزیر و شریریم بہ ہر سُو

ما دافعِ ہر فتنہ و شرّیم زِ ہر جا

ہم ہر طرف دلیل وبُرہان کے ساتھ خنزیر صفت شریروں کا مقابلہ کرکے ہر جگہ سے شر اور فساد مٹانے والے ہیں۔

ما طاقتِ ہر علم و ہدایتیم بہ تقدیس

ما قوّتِ تقدیس خدائیم بہ دنیا

ہماری طاقت، علم اور راہنمائی کا سرچشمہ خداتعالیٰ کی پاکیزگی کی قُوّت ہے۔ ہماراوجود دنیامیں خداتعالیٰ کی تقدیس کی تاثیر وبرکت سے قائم ہے۔

ما مظہرِ آیاتِ جمالیم و جلالیم

ما ہادی و نوریم در فتنۂ صمّاء

ہم احمدی، حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالی اور جمالی دونوں شانوں کے صرف گواہ ہی نہیں بلکہ ان سے فیض یاب بھی ہیں۔ ہم اس پر فتن دور میں اندھیروں میں بھٹکتے لوگوں کی ہدایت ونجات کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔

ما سّرِ وجود از پئے تکوینِ خدائیم

ما نورِ شہودیم بہر مشہدِ اجلیٰ

ہمارے وجود کا اصل مقصد خداتعالیٰ کے ازلی وابدی نور کو پہچاننا اور اسی اعلیٰ نور کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرنا ہے۔

ہر منزلِ ما منزلِ صد وادئ ایمن

ہر ہیکلِ ما ہیکلِ قدس است چو بطحا

ہم مسیحِ زماں علیہ السلام کے پیروکار ہیں، ہماری ہر منزل وادئ ایمن ہے (یعنی ہر منزل پر خداتعالیٰ کی تائیدات جلوہ گر ہیں)۔ اور ہماری ہر عبادت کا حقیقی مرکز و محور کعبہ اور ربِّ کعبہ ہے۔

اے سالکِ سرگرم دریں منزلِ آداب

ہشدار کہ ایں رہ دمِ تیغ است نہ صحرا

ہر وہ شخص جو اس جاہ وجلال کے دربار تک رسائی چاہتا ہے، اسے یاد رہے کہ اس عالی دربار تک رسائی آسان نہیں۔ یہ راستہ نرم ریت کے صحرا سے نہیں گزرتا بلکہ تیز تلوار کی دھار سے۔

قدسی! تو بایں نطق بجو محرمِ اسرار

کایں حکمتِ لاہوت ز نامحرمے اخفٰی

قدسیؔ! یہ عالمِ بالا سے متعلق تیری پُر از اسرار باتیں تو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل میں نورِ اعلیٰ تک رسائی پانے کی جوت لگی ہو۔ یہ آسمانی حکمت کے گہرے راز ایک عامی کے فہم وادراک سے بالا ہیں اور اس کی سوچ کی رسائی بھی ان رازوں تک ممکن نہیں!!

موصیان متوجہ ہوں

موصیان سے گذارش ہے کہ مالی سال ۲۰۱۶-۱۷ کے چندہ حصہ آمد پر مبنی جدول ج فارم (Schedule C Form) مکمل کرکے جلد اپنے مقامی سیکرٹری وصایا کے حوالے کردیں (براہ راست مرکز یا دفتر وصایا مسجد بیت الرحمٰن نہ بھیجیں)۔ قبل ازیں اوائل اگست میں تمام موصیان کی Financial Statements ان کی خدمت میں مقامی وصایا سیکرٹریان کے توسط سے بھجوا دی گئی تھیں۔ تکمیل شدہ فارم نیشنل وصایا دفتر میں موصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۷ اگست ۲۰۱۷ تھی۔ اگر آپ کو اب تک مذکورہ دستاویزات موصول نہیں ہوئیں تو فوراً اپنے مقامی وصایا سیکرٹری (یا صدر جماعت) سے رابطہ کریں۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جدول ج فارم (Schedule C Form) ہر سال مکمل کرکے مرکز بھجوانا ہر موصی کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں صدر انجمن احمدیہ کا نافذ العمل قاعدہ (نمبر ۶۹) حسب ذیل ہے۔ "ہر موصی کے لئے لازم ہوگا کہ وہ سالانہ اصل آمد حسب نمونہ جدول ج پُر کرکے دفتر کو بھجوائے۔ فارم اصل آمد نہ آنے کی صورت میں صدر انجمن کو اختیار ہوگا کہ وہ مناسب تنبیہ کے بعد موصی کو بقایادار قرار دے کر موصی کے خلاف مناسب کارروائی کرے جو منسوخیٔ وصیت بھی ہو سکتی ہے"۔ آپ کے تعاون کے لئے ہم آپ کے بہت مشکور ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ نیشنل سیکرٹری وصایا۔ جماعت احمدیہ امریکہ

نوٹ: Schedule C Form ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل لنک استعمال کریں۔ www.ahmadiyya.us/departments/wasiyyat

لا إلٰہ إلا اللہ

فروغِ نُورِ خُدا لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللہ
چراغِ راہِ ھُدیٰ لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللہ

یہی تو نغمۂ گُل ہے یہی صدائے چمن
کہ جھُومتی ہے فضا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ

سبھی چراغ ہیں باطل مکانِ ہستی کے
ہے لامکاں کا دیا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ

اگر ہے بحرِ محبت میں جذب کی خواہش
وجودِ قطرہ مٹا لَا اِلٰـــہَ اِلَّا اللہ

فقط ہے دردِ دل و جاں جہان کی چاہت
ہے دردِ دل کی دوا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ

نوائے سازِ شکستہ ہے سوز و سازِ قلب
ہے چشمِ نم کی صدا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ

غرورِ غیر کو لمحے میں توڑ کر رکھ دے
لگے جو ضربِ خدا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ

جو راہِ حق میں کبھی حائل ہوئے بتانِ گماں
بنی وہ کرب و بلا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ

اگر ہے وَصل کی خواہش مٹا دے ہستی کو
فنا ہے تیری بقا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ

سید الطاف بُخاری
ہیوسٹن - امریکہ

@Nayyar Siddiqui

کمال مائیں تھیں مائیں میرے بزرگوں کی

نہ ختم ہونگی عطائیں میرے بزرگوں کی
ہیں ساتھ میرے دعائیں میرے بزرگوں کی

رہِ وفا میں مجھے راستہ دکھاتی ہیں
وہ لازوال وفائیں میرے بزرگوں کی

کسی بھی حال میں چُھوٹے نہ دامنِ بیعت
ابھی ہیں تازہ صدائیں میرے بزرگوں کی

بچھی ہوئی ہیں عقیدت سے شہرِ مُرشد میں
محبتوں کی ردائیں میرے بزرگوں کی

مہک رہی ہیں ابھی تک جو نُور و نگہت سے
وہ راہیں دیکھنے آئیں میرے بزرگوں کی

پلایا دودھ وہ جس میں ریا کی چھینٹ نہ تھی
کمال مائیں تھیں مائیں میرے بزرگوں کی

میں بزمِ شوق میں آیا ہوں اس لئے قدسیؔ
کہ کوئی بات سُنائیں میرے بزرگوں کی

عبدالکریم قدسیؔ

اعلانات: براہ کرم اپنے مضامین ٹائپ فرما کر بذریعہ ای میل بھیجیں۔ مضمون پر نام کے ساتھ شہر اور ریاست کا نام بھی لکھیں۔ ای میل میں اپنا فون نمبر درج فرمائیں تا کہ ضرورت پڑنے پر آپ سے رابطہ کیا جا سکے۔ آپ اپنے مضمون کے ساتھ اپنا مختصر تعارف اور مضمون سے متعلقہ تصویریں بھی بھیج سکتے ہیں۔ اصلاح یا مناسب کانٹ چھانٹ مدیران کی اہم ذمہ داری ہے۔ اگر آپ چھپنے سے پہلے اپنا مضمون دیکھنا چاہتے ہیں تو پہلے سے مطلع فرمائیں۔

مسلمان دھرنا مارنے کا جواز کہاں سے نکالتے ہیں

مولانا سید شمشاد احمد ناصر، ڈیٹرائٹ

میرے ایک عزیز دوست نے آج صبح ہی صبح مجھے ایک سوال کر ڈالا۔ "اپنی معلومات کے لئے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مسلمان دھرنا مارنے کا جواز کہاں سے نکالتے ہیں" میرا خیال ہے کہ میرے اس عزیز دوست کو وطن عزیز کے حالات پر جو تشویش ہوئی اسی تناظر میں انہوں نے یہ سوال کیا ہے۔ ہر پاکستانی کے لب پر یہی سوال ہے۔ ہر محب وطن پاکستان کے حالات پر تشویش کا اظہار کر رہا ہے مگر ملاؤں کے سامنے بے بسی کا اظہار بھی ساتھ ساتھ ہے۔ علامہ اقبال نے ہی فرمایا تھا کہ "دین ملاں فی سبیل اللہ فساد" اور یہ سب کچھ ختم نبوت اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے نام پر ہی کیا جارہا ہے، لیکن اگر یہ لوگ تھوڑا سا علم رکھتے، یا علم حاصل کرنے کی خود کوشش کرتے تو انہیں ضرور جواب مل جاتا کہ جو کچھ ملاؤں کی طرف سے کیا جارہا ہے یہ سراسر ختم نبوت، اور بانیٔ اسلام حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے اسوہ اور تعلیم ہی کے خلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ نے تو فرمایا تھا:

"کان خلقہ القرآن" کہ جو اخلاق قرآن میں بیان ہیں وہی اخلاق محمدیؐ ہیں۔ اور قرآن کریم نے آپؐ کے اخلاق کو اسوہ حسنہ بھی قرار دیا ہے۔

اگر یہ لوگ صرف چند احادیث ہی کا مطالعہ کر لیں جہاں ایسے حالات پیدا کرنے والوں کے بارے میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے کیا فرمایا ہے پھر بھی بہت کچھ سمجھ آسکتا تھا۔ صرف ایک حدیث پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہ رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہ رہے گا اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ انہی میں سے فتنے اٹھیں گے اور ان ہی میں لوٹ جائیں گے، یعنی تمام خرابیوں کا وہی سرچشمہ ہوں گے۔

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم الفصل الثالث)

حدیث میرے پیارے آقا سیدنا وامامنا حضرت خاتم الانبیاء والاصفیاء ﷺ کی ہے اور اسے ہم تک پہنچانے والے سیدنا حضرت علیؓ ہیں۔ آپ حدیث کو ایک بار پھر پڑھ لیں اور موجودہ زمانے کی حالت کو دیکھ لیں۔ تو یقیناً بات سمجھ آجائے گی اور تشویش برحق ہوگی اور لامحالہ اس کے بعد پھر آپ اس کے علاج کی طرف بھی متوجہ ہوں گے۔

مجھے تو "ختم نبوت" والوں کے اس دھرنے پر بڑی ہی حیرانی ہے اور اس سے ایک بات سمجھ آرہی ہے کہ واقعی دھرنے والوں کو "ختم نبوت" اور آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے اور اس کی حفاظت کی فکر انہیں ہی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو تو اس کی بالکل پرواہ ہی نہیں ہے۔ ان کے خیال میں خدا تعالیٰ کو اب اپنے نبی ﷺ اور قرآن کا فکر ختم ہو گیا ہے اور انہوں نے اب اس کی ذمہ داری خود قبول کر لی ہے کہ وہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ ایسی حفاظت انہیں ہی مبارک ہو۔ کوئی مجھ سے یہ سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں لکھا ہے تو جناب عرض ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک خود اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ جب قرآن کی حفاظت خدا نے کرنی ہے تو اسی قرآن میں ختم نبوت یا خاتم الانبیاء کا بھی ذکر ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے کہیں یہ بھی بتایا ہے کہ باقی قرآن کریم کی حفاظت تو میں کروں گا لیکن "خاتم الانبیاء کی ختم نبوت" کی حفاظت اس ٹولہ اور گروہ نے کرنی ہے ہمیں تو ایسی کوئی آیت یا لفظ آج تک نظر نہیں آیا۔ اگر نظر آیا ہے تو وہ حدیث ہی نظر آتی ہے جس کا اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ علماء بدترین مخلوق ہو جائیں گے۔ اور اس بات کے مصداق ہوں گے کہ ع

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

جس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ یہ لوگ قرآن، ختم نبوت اور آنحضرت ﷺ کی آڑ میں اپنے مقاصد حاصل کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔ معاذ اللہ! آخر اس ٹولہ کو قرآن کریم کے باقی احکامات کی حفاظت کی کیوں فکر نہیں ہے، جس میں نماز کی حفاظت، اخلاق کی حفاظت، زبان کی حفاظت، آنکھوں کی حفاظت، غرباء کی

مدد گیری کی اور تعلیم کی حفاظت، بیوگان اور یتامیٰ کی خبر گیری کی اور تعلیم کی حفاظت اور باقی بے شمار احکامات ہیں ان کی حفاظت کی فکر کیوں نہیں ہے۔ لیکن صرف اور صرف ”ختم نبوت“ ہی کی حفاظت کیوں ہے اور اس کے کیا معانی ہیں۔ کیا حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے انسان اور خصوصاً ایک مسلمان کو اپنے اخلاق، اپنی زبان، عادات طور طریق کو بہتر بنانے کے بارے میں کوئی تعلیم اور اسوہ نہیں چھوڑا؟؟

جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اور اب ستر سال کا عرصہ گزر چکا ہے ان ”مولویوں“ نے ختم نبوت کا تحفظ کر کے پاکستانی قوم کو دنیا کی بہترین قوم بنا دیا ہے کیا؟ ان کی ایمانداری، نیکی، تقویٰ، دیانت داری، پاکیزگی، اخلاق کا یہ عالم ہے کہ ان کا کوئی کام بغیر رشوت کے نہیں ہوتا۔ یہ قوم کے لوگوں کو کتے، گدھے اور سؤر کا گوشت کھلانے سے بھی شرم نہیں کرتے، مردہ خواتین کو قبروں سے نکال کر زنا کرنے سے بھی ان کو کوئی رکاوٹ نہیں ہے اس سفاکی اور بے حیائی پر انہیں کچھ بھی شرم نہیں ہے، ہسپتالوں میں بچے پیدا ہوتے ہی اغواء ہو جاتے ہیں، حج جیسی نیکی پر بھی کروڑوں کی کرپشن کرنے میں ختم نبوت کا کچھ بھی نہیں بگڑتا، ہسپتالوں میں اور فارمیسی میں جعلی ادویات استعمال کرنے اور بیچنے پر بھی کچھ ندامت نہیں ہوتی۔ انتہاء پسندی، تنگ نظری، دہشت گردی، قتل و غارت، شراب نوشی، جوا، عریانی، بے حیائی، طوائفوں کا ڈانس اور ان پر روپوں کی بارش، یہ تو کچھ بھی غیر اسلامی نہیں ہے۔ سب ”حلال“ ہے۔ ابھی چند دن کی بات ہے دبئ میں کچھ لوگ سونے کے زیورات میں جعلی سونے کی ملاوٹ (اصل میں لوہا ڈالا ہوا تھا) سے پکڑے گئے۔ یہ سب مسلمان ہیں اور ختم نبوت پر ایمان ہے۔ بس ختم نبوت کا عقیدہ رکھ کر جو چاہو سو کرو۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو عیسائیوں والا عقیدہ ہے کہ جو گناہ مرضی آئے کرو بس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمارے گناہوں کے لئے صلیب پر مر جانے پر ایمان لے آؤ۔ حالانکہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا ان کاموں سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ آپ تو سراسر رحمت بن کر آئے تھے اور ان اخلاق رذیلہ کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے آئے تھے، کاش لوگ ختم نبوت کے اصل مفہوم کو سمجھ پائیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں، انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوت کیا ہوتا ہے، اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے۔“ (ملفوظات جلد اول مطبوعہ قادیان سال ۲۰۱۰ صفحہ ۲۲۷)

آیئے میں آپ کی خدمت میں چند ایسی باتیں لکھتا ہوں یعنی اپنے عزیز دوست کے سوال کے جواب میں کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے راستوں کے حقوق کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔ آپ یہ پڑھ لیں اور پھر ”دھرنوں کے جواز“ کا جواز خود نکال لیں۔

مسلم کتاب السلام باب حق الجلوس علی الطریق رد السلام میں یہ الفاظ ہیں۔

اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ۔ ”خبر دار راستوں پر نہ بیٹھنا۔

(صحیح مسلم کتاب السلام باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام حدیث نمبر ۲۱۶۱)

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں راستوں پر بیٹھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہم یہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا اگر یہی بات ہے تو پھر راستہ کا حق ادا کرو۔ یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے جس میں آپ نے راستے کے حقوق بھی بیان فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا پھر نظر نیچی رکھنا، دکھ دینے سے بچنا، سلام کا جواب دینا، نیک بات کی تلقین کرنا اور بری بات سے روکنا۔ (صحیح البخاری کتاب الاستئذان باب بدء السلام حدیث ۶۲۲۹)

مسلم کتاب البر والصلۃ میں یہ حدیث بھی ہے جس کے راوی حضرت ابوذرؓ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو جنت میں پھر رہا تھا اس نے صرف یہ نیکی کی تھی کہ ایک کانٹے دار درخت کو جس سے راہ گزرنے والے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی راستے سے کاٹ دیا تھا۔

مسلم کتاب الایمان میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ایمان کے کچھ اوپر ۷۰ یا کچھ اوپر ساٹھ شعبے ہیں۔ ان میں سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے (یعنی خدا کی توحید کا اقرار اور خدا کی عبادت) اور چھوٹے سے چھوٹا راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ہر روز جس میں آفتاب نکلتا ہے، آدمیوں کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ دو شخصوں میں انصاف کرنا صدقہ ہے۔ کسی کی سواری میں مدد کرنا اسے سواری پر چڑھا دینا صدقہ ہے، یا کسی کا اسباب اس کے جانور پر لدوا دینا صدقہ ہے۔ (دھرنے میں تو سراسر اس حدیث کی بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خاتم الانبیاء ﷺ

کے اُس فرمان کی نافرمانی ہو رہی ہے)

یہ چند باتیں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے ہی بیان فرمائی ہیں۔ کیا موجودہ دھرنوں میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے؟ جس قدر مشکلات کا سامنا عوام کو ہے اس سے تو حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی روح کو تکلیف پہنچ رہی ہو گی کہ خوشی؟ یہ کیسی "ختم نبوت" کی حفاظت ہے؟ حدیث میں تو آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی بزم میں یاد کرتا ہے جو اپنی مجلس میں خدا کو یاد کرتے ہیں یہاں تو مجلس میں سوائے گالیوں کے اور کچھ نہیں۔ اگر یقین نہیں تو یوٹیوب پر جاکر خود دیکھ لیں۔

ایک اور حدیث میں حضرت خاتم الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جن کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آئے، جن کے پاس بیٹھنے سے تمہارے علم میں اضافہ ہو۔

اقبال نے کیا ہی سچ فرمایا تھا کہ ع

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

"ختم نبوت" تو رحمت عالم ہے۔ لیکن آج کے ملاں نے اسے تیز قسم کی تلوار اور نیزہ اور چاقو بنا دیا کہ وہ جسے چاہیں اس نام سے گھونپ دیں۔

قرآن کریم نے اس امت کے بارے میں فرمایا کہ" کنتم خیر امۃ اخرجت للناس " کہ تم بہترین ملت اور قوم اور گروہ ہو جو دنیا اور عوام الناس کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہو۔ اب خود تجزیہ کر لیں خود دیکھ لیں کہ ان دھرنوں میں کہاں تک قوم کی بھلائی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں سے بچو۔

راستوں کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر برائی دیکھو تو پیار اور نرمی سے سمجھا دو۔

صرف دس منٹ کی خبریں ہی آپ دیکھ لیں تو وطن عزیز کے حالات پر سوائے رونے کے اور کچھ نہیں۔ ان دھرنوں سے کیا نقصان ہوا ہے اس کا اندازہ بھی آپ کو TV اور اخبارات کی خبروں سے ہو جائے گا۔ میں نے تو ایک ہی خبر سن کر ان "عاشقان ختم نبوت" کے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں حضرت خاتم الانبیاء کے اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق دے اور آپ کے اخلاق حسنہ اپنانے کی توفیق دے اور آپؐ جو رحمۃ للعالمین بن کر آئے تھے اس رحمت سے ان کے دلوں میں نرمی، پیار اور محبت پیدا کرے۔ تعصب، غضب، غصہ اور جہالت نکال کر انہیں واقعی عاشقان رسول بنا دے۔

وہ خبر یہ تھی کہ سیکیورٹی کے خدشات کی بناء پر سندھ بھر میں سارے سکول بند رہیں گے۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ خبر بھی تھی کہ لوگوں کے گھروں کا گھیراؤ کیا جا رہا ہے۔ اللہ رحم فرمائے۔

حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کے نام سے اور آپ کی کرامت سے بہت سے لوگ واقف ہیں ان کا یہ واقعہ بہت ایمان افروز ہے کہ جب آپ سفر پر گئے تو ان کی والدہ نے ۴۰ اشرفیاں دیں اور نصیحت فرمائی کہ جھوٹ نہ بولنا۔ جب راستہ میں پڑاؤ ہوا اور چوروں نے ڈاکہ ڈالا تو آپؒ نے سچ سچ فرما دیا اس بات کے اثر سے وہ لوگ تائب ہو گئے۔

لیکن یہ تو سب کچھ الٹا ہے۔ یہاں تو توڑ پھوڑ، گالی گلوچ، گھیراؤ جلاؤ کے حالات پیدا کئے جاتے ہیں۔ اب خود اندازہ لگائیں کہ ختم نبوت کی آڑ میں کیا فوائد حاصل ہو رہے ہیں اور کیا نقصانات؟ ہم تو دعا ہی کرتے ہیں۔ ہمارے پاس دعا ہی کا ہتھیار ہے کہ مولیٰ کریم انہیں "ختم نبوت" اور خاتم الانبیاء" کی صحیح حقیقت سمجھنے کی توفیق دے۔

ایسے لوگوں کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ع

عبث ہیں باغ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولیٰ کی تقدیریں
تیری تقصیریں خود ہی تجھ کو لے ڈوبیں گی اے ظالم!
لپٹ جائیں گی تیرے پاؤں میں وہ بن کے زنجیریں

(کلام محمود صفحہ ۲۸۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے جماعت کو ایک موقع پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"پس گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ فکر کی ضرورت نہیں۔۔۔ دل کے اندر غصہ پیدا نہ کرو بلکہ ایسے لوگوں کے لئے رحم کے جذبات دل میں رکھو"۔۔۔

آپؒ نے مزید فرمایا" :دوستوں کو چاہئے کہ وہ ان حالات میں دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے ان کی فلاح و بہبود اور تائید و نصرت کے سامان پیدا کر دے۔"

اور جیسا کہ ہمارے پیارے امام حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بار بار فرما رہے ہیں کہ یہ تبھی ہو گا جب وہ زمانے کے امام کو مان لیں گے۔ ان شاء اللہ

خلافت کا سچا عاشق و شیدائی

مکرم برادر بلال عبد السلام صاحب مرحوم

اذکروا موتاکم بالخیر

امتیاز احمد راجیکی

امریکہ کے شمال مشرقی ساحل پر نیویارک اور واشنگٹن کے درمیان فلاڈلفیا نامی ایک خوبصورت شہر آباد ہے جسے امریکہ کا پہلا دارالحکومت اور جرسِ آزادی (Liberty Bell) کا مسکن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس شہر کے ساتھ میری گہری محبت بھری یادوں کی وجہ شاید یہ نہیں کہ یہ جگہ مدتوں میری رہائش گاہ رہی بلکہ اس بستی کو جن وجودوں کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا ان میں امام الزمان مسیحِ دوراں علیہ السلام کے قدموں سے براہ راست برکت پانے والے عظیم مجاہدِ اسلام اور مبلغِ احمدیت حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے جنہوں نے گمراہی و مادیت کے اس ظلمتکدے میں لا الٰہ الا اللہ اور توحید کا ڈنکا بجایا۔ نادانوں کی کم علمی کے باعث قید و بند کی صعوبتیں کاٹیں مگر اپنے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔ اس سر زمین کی زرخیزی کا ابتدائی پھل تو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے ہی میں ڈاکٹر انتھونی جارج بیکر کی صورت میں ملا جن کا تذکرہ حضور علیہ السلام نے براہینِ احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۰۶ پر فرمایا ہے۔ مگر بعد ازاں تاریخ احمدیت کی تین نہایت قد آور شخصیات کا مسکن بھی یہی شہر بنا۔ برادر منیر حامد مرحوم، برادر بلال عبد السلام مرحوم اور برادر حسین عبد العزیز (اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت دے) اسی بستی کے باسی رہے۔

ان تینوں وجودوں سے مَیں نے کم و بیش پچیس سال فیضِ صحبت پایا۔ ان کا عشقِ خدا و رسول ﷺ، علم و عمل، زہد و تقویٰ، توکل و قناعت اور ان کا خلافت و امارت کے ساتھ حد درجہ وفا کا تعلق ہم سب کے لیے ایک نمونہ بنا رہا۔ مگر ایک بات جو ذاتی طور پر میرے لیے انتہائی عزت اور اعزاز کا باعث بنی وہ یہ تھی کہ ان تینوں بزرگوں نے میرے فلاڈلفیا کے سیکرٹری وصایا ہونے کے زمانے میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی تحریک پر نظامِ وصیت میں شامل ہونے کی سعادت پائی۔

ان وجودوں میں اخلاص و وفا، توکل و غنا اور عاجزی و فروتنی کا ایسا بحرِ بیکراں موجزن تھا کہ انسانی فہم و ادراک ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتی ہے کہ شرک و مادیت کی دنیا میں پیدا ہونے اور پرورش پانے والے یہ لوگ کس پاکیزہ مٹی سے بنے ہوئے تھے کہ مسیحِ پاک علیہ السلام کی قوتِ قدسیہ کے چند قطروں نے ان مردہ پرندوں کو نہ صرف ہمیشہ کی روحانی زندگی عطا کر دی بلکہ ایسی قوتِ پرواز عطا فرمائی کہ وہ طیورِ گم گشتہ کے راہنما اور سبیلِ سفر بن گئے۔ اس میکدۂ عشق و وفا کے بادہ کشوں کے ایک باسی اور راہرو راہِ ہدیٰ کے ایک مسافر بلال عبد السلام ۱۳ستمبر ۲۰۱۷ کو اپنے عارضی ٹھکانے کو خیر باد کہہ کر لقائے محبوبِ حقیقی کے لیے حیاتِ جاودانی کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

برادر بلال عبد السلام مرحوم کا تلاشِ حق اور لقائے الٰہی کا یہ سفر جن منزلوں سے گزرا وہ عزم و ہمت، جہد و استقلال، ایمان و اعتقاد اور یقین و اعتماد کی انوکھی راہوں اور نرالی جہتوں کا عکاس ہے۔ امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں انیس سو چونیتس میں پیدا ہونے والا ارنسٹ مورہیڈ (Earnest Moorehead) نامی ایک ایسا بچہ جو چھ سال کی عمر میں والدین کے سائے سے محروم ہو گیا ہو اور بڑی بہن کے رحم و کرم پر تثلیث کے بُتکدے میں پرورش پاتا رہا ہو۔ اس کا پجاری ہی نہیں داعی اور مبلغ بننے کے مشن پر نکلا ہو، وہ کس طرح خدائے واحد و یگانہ کا پرستار بنا اور کس طرح ایک ابدی سکینت اور غایت درجہ سکون و اطمینان سے ہمکنار ہوا۔ یہ ایک ایسی داستان ہے جو حق کے متلاشیوں کے لیے ہمیشہ سبیلِ سفر اور مہمیز کا کام دیتی رہے گی۔

برادر بلال کا یہ سفر ایک کٹر عیسائی گھرانے اور صلیبی ماحول میں پروان چڑھا۔ آپ کو بچپن ہی میں ایک کرسچن سکول میں اس نیت سے داخل

کروا دیا گیا تا کہ تثلیث کی تعلیم و تربیت آپ میں اس طرح رچ بس جائے کہ وہ نہ صرف زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو جائے بلکہ مستقبل کے طرزِ حیات اور ذریعۂ معاش کی ضامن اور پُرسانِ حال بھی بن جائے۔ اپنے لڑکپن میں چودہ سال کی عمر میں آپ نے در در کی خاک چھاننی شروع کر دی۔ شمال کا رخ کیا اور نیو جرسی سے نیو انگلینڈ تک چھوٹی موٹی ملازمتوں اور گزر اوقات کے اسباب تلاش کرنے شروع کر دیے۔ اس دوران میں امریکہ 'کوریا کی جنگ میں ملوث ہو چکا تھا؛ چنانچہ اور نوجوانوں کی طرح ۱۹۵۰ میں برادر بلال بھی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ چودہ ماہ جنگ کے میدان میں گزارنے کے بعد انیس سو ترپن میں جاپان میں اپنی عسکری خدمات کے خاتمے کے بعد وطن واپس لوٹے۔

ایک مذہبی ماحول میں پرورش پانے کے باعث آپ کا طبعی رجحان کلیسا کی تبلیغ و اشاعت کی طرف تھا۔ چنانچہ آپ نے انیس سوستاون میں اپنی اہلیہ کے ساتھ باقاعدہ پادری بننے کی تربیت حاصل کی اور منسٹری آف گاسپل سے سند بھی لی۔ یوں زندگی ایک خاص نہج پر چلنے لگی؛ تاہم بائبل کے گہرے مطالعہ نے آپ کے احساسِ جستجو کو مزید بھڑکا دیا کہ ایک انسان کے دعویٰ الوہیت کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے؟ اندر ہی اندر کوئی چنگاری بھڑک رہی تھی۔ کوئی تڑپ تھی جو بے قرار کیے جا رہی تھی۔ کوئی تشنگی تھی جو کسی مقصود و منتہا کی تلاش میں تھی۔ اور دل میں ایک سچی تمنا اور دعا تھی کہ خدایا اپنے قرب سے نواز اور اس ڈگر اور طریق پر چلا جو صراطِ مستقیم کی طرف لے جانے والا ہو۔ حقیقی تڑپ اور سچی جستجو قدرت کی اعانت و دستگیری کو لازماً کھینچتی ہے۔ روح کی خشک سالی بارانِ رحمت کو ہمیشہ دعوت دیتی ہے۔

خدا تعالیٰ کی تقدیر ایک سچے متلاشیٔ حق کی راہنمائی کے لیے سامان پیدا فرما رہی تھی۔ فوج کی ملازمت کے دوران میں برادر بلال کو ایک مسلمان ساتھی سے سابقہ پڑا جس نے بعد ازاں ملٹری کی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر فلاڈلفیا میں ایک بزنس مین کی حیثیت سے سکونت اختیار کر لی۔ یہاں اس سے دوبارہ روابط قائم ہوئے تو اس نے خدائے واحد کی تعلیم دی، تثلیث و کفارہ کو رَدّ کر کے بتایا کہ اسلام ہی ایک ایسا آفاقی مذہب ہے جو تمام افراد و اقوام کو یکجا کرنے کا مدعی اور ضامن ہے۔ یہ پیغام اتنا پُر اثر اور قوی تھا کہ برادر بلال کی سعید فطرت بغیر کسی تردّد اور بحث و تمحیص کے اسے قبول کرنے پر مائل ہو گئی؛ گرچہ آپ کے علم و عرفان کی منزلیں بعد میں طے ہوتی رہیں۔ آپ نے قبولیتِ اسلام کا یہ زمانہ ۱۹۶۰ کا بتایا ہے۔ بعض روایتوں میں ۱۹۵۸ یا ۱۹۵۹ میں اس مسلمان فوجی کے ساتھ روابط کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حسنِ اتفاق سے مطالعے کے لیے قرانِ کریم کا جو ترجمہ اس وقت میسر تھا وہ جماعت احمدیہ کا شائع کردہ تھا۔ جب برادر بلال نے اپنے اس مرشد سے پوچھا کہ یہ احمدی کون ہیں تو اس نے کچھ متذبذبانہ سا جواب دیا کہ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان تو کہتے ہیں، ان کا لٹریچر بھی اچھا ہے مگر دراصل یہ مسلمان نہیں، کافر ہیں۔ یہ بات برادر بلال کو نہ بھا سکی۔ جب آپ نے اصرار کیا کہ ان سے رابطہ کیسے ہو سکتا ہے تو وہ دوست کہنے لگا:

"اگر تم ایک بار وہاں چلے گئے تو واپس آنے کا نہ سوچنا۔"

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد برادر بلال کو احمدیوں سے رابطے کا موقع مل گیا۔ اور حاجی طالب داؤد صاحب کی کتابوں کی کارنر شاپ پر برادر منیر حامد صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ یہاں پہلی بار سیّدنا حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کی تصویر کی بھی زیارت ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی آپ کا دل اس نور کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ مزید استفسار پر جماعت کے عقائد کا علم ہوا۔ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی صورت میں مسیحؑ کی آمدِ ثانی کا تصور سامنے آیا جو بائیبل کے مطالعے کی وجہ سے برادر بلال کے اندر پہلے ہی سے تجسس و اشتیاق کی چنگاریاں سلگائے ہوئے تھا۔ یہ مطالعہ آپ کی سلیم فطرت کو رام کرنے میں بڑا ممد ثابت ہوا۔ چنانچہ احمدیہ مسلک اور عقائد کی معقولیت آپ پر عیاں ہونے لگی۔

ان دنوں مکرم و محترم ڈاکٹر خلیل ناصر صاحب واشنگٹن میں مبلغ کے طور پر تعینات تھے۔ ان کی فلاڈلفیا آمد پر تبلیغ و روابط کا سلسلہ جاری رہا۔ انہوں نے مزید مطالعے اور دعاؤں پر زور دیا۔ اور بالآخر بارہ خوش نصیبوں کو قبولِ حق کی سعادت نصیب ہوئی۔ برادر منیر حامد، برادر زکریا، برادر حسین عبدالعزیز، سسٹر سلمیٰ، سسٹر خدیجہ، سسٹر فردوس اور سسٹر جمیلہ اسی دور کے پہل کار اور پیشرو (Pioneers) مبائعین ہیں۔ یہ سب مل کر کبھی کھلے میدان میں، کبھی تھڑوں پر، کبھی برادر منیر اور کبھی سسٹر خدیجہ کے گھروں میں نمازیں

پڑھتے۔ اور قبولِ حق کے اس سفر کو آگے بڑھاتے رہے۔ حیرت یہ ہے کہ اُس وقت کوئی پاکستانی پیدائشی احمدی وہاں موجود نہیں تھا جو انہیں اپنی پہلے سے حاصل شدہ تربیت میں حصہ دار بناتا۔

برادر منیر حامد مرحوم بتایا کرتے تھے:

"ہم سب اُس وقت نوجوان تھے۔ مشنری ڈاکٹر خلیل ناصر صاحب ہماری بڑی گہری نگرانی کرتے تھے۔ چھپ چھپ کر دیکھتے کہ ہم کیا حرکتیں کرتے ہیں، نماز کس طرح پڑھتے ہیں، دوسری عبادات کس طرح بجالاتے ہیں، ہمارے عقائد میں کتنی پختگی ہے؟"

جماعت احمدیہ فلاڈلفیا کے صدر برادرم محترم مجیب اللہ چودھری صاحب نے مسجد "بیت النصر" ولینگبرو نیو جرسی میں برادر بلال کے جنازے سے پہلے تعارفی خطاب میں بڑے خوبصورت اور مؤثر رنگ میں آپ کے سفر حیات، خدمات اور اپنی رفاقت کے پینتالیس سالہ دور کے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا کہ جب وہ ۱۹۷۲ میں فلاڈلفیا آئے تو برادر بلال عبد السلام نے بحیثیت صدر جماعت اور بحیثیت برادرِ اکبر کس طرح ان کا استقبال کیا اور استعانت و معاونت کے ہر پہلو سے فیض یاب کیا۔ اور بعد ازاں زندگی کے آخری سانس تک احبابِ جماعت کے ساتھ انفرادی رنگ میں حسنِ سلوک کے نئے باب رقم کیے اور جماعتی خدمات میں متعدد مقامی اور مرکزی عہدوں کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کی توفیق پائی۔ آپ نے فی الحقیقت اپنی ساری زندگی جماعت کے لیے وقف کر چھوڑی تھی۔ اس ضمن میں بلا ناغہ فلاڈلفیا مشن ہاؤس تشریف لاتے، فون کال اٹینڈ کرتے، طالبانِ حق کے سوالوں کے جواب دیتے، نمازیں پڑھاتے اور اکثر خطبہ جمعہ دینے کی بھی سعادت پاتے۔ نیشنل لیول پر آپ کو نومبائعین کی تربیت کی ذمہ داریوں کے علاوہ تین سال کے لیے باقاعدہ مشنری بالٹی مور کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

جماعتی خدمات کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کی بہبود اور خاص طور پر مسلمانوں کو پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے بھی آپ نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ بدقسمتی سے امریکہ کی جیلیں بہت سے جرائم پیشہ اور بسا اوقات ناکردہ گناہوں کی سزا پانے والے مجبور انسانوں سے بھری پڑی ہیں۔ بعض اوقات یہ لوگ اپنی سزائیں بھگتنے کے بعد جب واپس آزاد معاشرہ میں نئے سرے سے زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں تو سوسائٹی انہیں قبول نہیں کرتی اور وہ اسی میں عافیت سمجھتے ہیں کہ پھر کوئی جرم کر کے دوبارہ جیلوں میں پناہ گزیں ہو جائیں۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ یہاں کے معاشرے کا ہے۔ اس کے سدِّباب اور تدارک کے لیے انتظامیہ کچھ نہ کچھ اقدامات کرتی رہتی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہیں مذہبی تعلیمات اور اخلاقیات سے روشناس کرایا جائے اور ایک بہتر انسان بننے میں مدد دی جائے۔ جیلوں میں سرکاری ملازم یا رضاکار مذہبی مدرّسین مقرر کیے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کے لئے پادری اور مسلمانوں کے واسطے امام۔ برادر بلال عبد السلام کو کم و بیش پندرہ سال تک جیلوں میں جا کر وہاں کے مکین قیدیوں کو نمازیں پڑھانے، مذہبی درس و تدریس اور اسلامی اخلاقیات کی تعلیم دینے کی توفیق ملتی رہی۔ اس کے اچھے نتائج بھی مرتب ہوئے۔ اور کئی قیدی بعد ازاں نورِ ہدایت سے منور ہو کر اصلاح پاگئے۔

برادر بلال کا ایک بڑا وصف علمِ کلام تھا۔ آپ کو یہ صلاحیتیں قدرت کی طرف سے بڑی بے نیازی سے ودیعت کی گئی تھیں اور پھر اپنے نوجوانی کے زمانے میں باقاعدہ عیسائی پادری کی حیثیت سے جو ٹریننگ لی اس نے آپ کو ایک فصیح البیان مقرر اور خطیب میں ڈھال دیا تھا۔ یہ صلاحیتیں اُس وقت اور بھی نکھر کر سامنے آتی تھیں جب آپ اپنے دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے عشقِ خدا اور عشقِ رسول و خلافت کو موضوعِ سخن بناتے ہوئے مجمع پر ایک سحر طاری کر دیتے۔ آپ کی آواز کا زیر و بم، الفاظ کا حسین چناؤ، متوازن لب و لہجہ اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور، زبان و بیان پر مکمل قدرت سامعین کو گرویدہ کر دیتی۔ آپ کے خطاب کے دوران میں مَیں نے کبھی کسی سامع کو بے تعلق اور غافل نہیں دیکھا چاہے اس کا علمی ذوق کسی بھی معیار کا ہو۔

تبلیغ تو آپ کا ایک ایسا جنون تھا جس کی راہ میں کیسی مشکلات، دشواریاں اور مجبوریاں حائل ہوں، کبھی آپ کے قدم سست نہ ہونے پاتے۔ ایک انتھک لگن کے ساتھ، ایک انمٹ جذبے سے سرشار اس فرض کی ادائیگی میں ہمہ وقت بے تاب رہتے۔۔۔ کسی اجر، جزا یا اظہارِ تشکر کی امید کے بغیر۔ تبلیغ کے علاوہ تربیتی میدان اور دوسرے جماعتی امور میں بھی انتہائی عاجزی سے چھوٹی سے

چھوٹی خدمت بھی اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتے چاہے باقاعدہ کسی منصب کی ادائیگی کے ساتھ منسلک ہو یا ایک عام رکنِ جماعت کی حیثیت سے۔ یہ ایک ایسا بے نفس انسان تھا جس کا کسی عہدے یا اعزاز کی طرف کبھی دھیان ہی نہ جاتا تھا۔ بس اپنے کام میں مگن، خدا کی یاد میں مست، دیوانہ وار تبلیغِ حق کا فرض ادا کرتا رہتا۔

آپ کا ایک بڑا وصف۔۔۔ بلکہ مَیں کہوں گا کہ ایک مثالی وصف نظامِ جماعت کو بڑی باریکی سے سمجھ کر سچی روح کے ساتھ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری تھا۔ خلافت سے عشق و وفا تو ہر احمدی کی حرزِ جاں ہے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ یہ وجود جو بعد میں آئے، جنہیں ابتداً تعلیم و تربیت کے وہ حالات میسر نہ تھے جو پیدائشی احمدیوں کو ملتے ہیں۔ مرکزِ احمدیت کے ماحول سے شناسائی بھی نہ تھی اور خلیفہ سے زیادہ میل ملاقات کے مواقع بھی نصیب نہ ہوئے، ان میں امامِ وقت سے محبت اور عقیدت اس گہرائی سے کس طرح راسخ ہو گئی؟ یہ حقیقتاً ایک سعید فطرت ہی کا ظہور تھا جو الٰہی تصرف کے تابع روز افزوں نکھرتی چلی گئی۔

برادر بلال ہمیشہ خلفاء کے ساتھ اپنی محبتوں کے قصے سناتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے۔ حضرت خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی ان دیکھی محبت آپ کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی تھی۔ حضرت خلیفہ ثالث رحمہ اللہ کے دور میں ۱۹۷۴ میں ربوہ کے دورے کا ذکر کرتے ہوئے اب بھی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں۔ کہا کرتے تھے:

"زندگی میں پہلی بار خلیفہ کو ملے تو یقین نہیں آتا تھا یہ انسان ہے یا فرشتہ۔ ایک نور کا ہالہ تھا جو حضور کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ حضور نے معانقہ کا شرف عطا فرمایا تو ہم نے رو رو کر آپ کی اچکن تر کر دی۔"

سن ۱۹۷۵ میں آپ کو قادیان کی زیارت کا موقع نصیب ہوا۔ برادر بلال اس اعزاز کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوش قسمتی اور سعادت سمجھتے تھے کہ آپ کو اس کمرے میں دعائیں کرنے اور سونے کی توفیق ملی جہاں آقا سیّدنا حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس اعزاز کو آپ اپنی روحانی پیدائش قرار دیتے تھے۔

خلافت سے عشق و وفا کا جذبہ تو بلا شبہ ہر احمدی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ لیکن بسا اوقات بعض لوگ اس نکتے کی باریکی کو نہیں سمجھتے کہ پورا نظامِ جماعت ہی خلافت ہے اور اس کا چھوٹے سے چھوٹا پرزہ اور عضو بھی اتنا ہی اہم اور قابلِ احترام و اطاعت ہے جتنا براہِ راست خلیفۂ وقت کا وجود۔ اس اہم امر کو برادر بلال بڑی گہرائی سے سمجھ گئے تھے۔ اس کا اظہار صدر جماعت فلاڈلفیا برادرم مجیب چودھری صاحب نے بھی بڑے واشگاف الفاظ میں کیا اور اسے نئی نسلوں کے لیے ایک نمونے کے طور پر پیش کیا کہ آپ کی اطاعت کا معیار اتنا بلند تھا کہ ہم پیدائشی احمدی بھی اس پر جتنا رشک کریں کم ہے۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ کام کے لیے بھی افسرانِ بالا سے اجازت لیتے۔ اور اگر کبھی آپ کی خواہش اور رائے کے برعکس فیصلہ ہوتا تو نہایت خوش دلی سے اسے قبول کرتے اور پوری جانفشانی سے اس پر عملدرآمد کی کوشش کرتے۔ آپ کی اس خوبی اور رویّے کا نوجوانوں، نو مبائعین حتیٰ کہ پیدائشی احمدیوں پر بھی بڑا گہرا اثر تھا؛ چنانچہ اگر کہیں کوئی ایسی مستفسرانہ صورتِ حال پیدا ہوتی تو آپ کمال حکمت و دانائی اور نظامِ جماعت کی سچی روح کے ساتھ اسے حل کرنے میں مدد دیتے۔ آپ ہمیشہ کہا کرتے تھے:

"احمدیت یعنی سچے اسلام میں کوئی نیشنلزم نہیں، کوئی قومیت پرستی نہیں۔ ہم سب صرف احمدی ہیں۔ ہمارا خدا ایک، رسول ایک۔ ہمارا مذہب ایک، ہمارا رنگ ایک۔ ہمارا مقصود و منتہا ایک، ہمارا ملجاو ماوا ایک۔"

مَیں برادر بلال سے عمر، علم، عزت و مرتبت ہر لحاظ سے بہت کم تر تھا مگر جب ۲۰۱۱ میں مجھے فلاڈلفیا کے زعیم انصار اللہ کی ذمہ داریاں سونپی گئیں تو آپ کے تعاون اور اطاعت کا معیار دیدنی تھا۔ آپ کے اس رویّے نے ساری مجلس پر بڑا مثبت اثر ڈالا اور ایک اعلیٰ درجہ کی ہم آہنگی اور تعاون کی فضا قائم ہو گئی۔ مَیں بھی فی الحقیقت آپ کے کردار کا تہِ دل سے شکر گزار تھا۔ سپاس گزاری اور تحدیثِ نعمت کے طور پر دعاؤں کے علاوہ مجھ سے اور تو کچھ نہ بن پایا سوائے اس کے کہ خود میرے لیے یہ امر عزت اور اعزاز کا باعث بن گیا جب مَیں نے آپ کا نام انصار اللہ کی سالانہ رپورٹ میں اس سال کے سب سے بڑے اعزاز "Life-Long Service Award" اور "Best Dai Illallah" کے لیے بھجوا دیا۔ بحمد للہ آپ کو اس سال "بہترین داعی الی اللہ" کے

ایوارڈ سے نوازا گیا۔ یہ ایوارڈ اُس سال پہلی مرتبہ متعارف کروایا گیا تھا چنانچہ برادر بلال یہ اعزاز پانے والے پہلے مستحق قرار پائے۔

انسان اپنی زندگی میں بہت سی نیک تمنائیں اور اعلیٰ مقاصد و اھداف رکھتا ہے، مگر بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی تقدیرِ خیر اور تقدیرِ مبرم انہیں اس رنگ میں قبول نہیں فرماتی۔ یہ ازل سے اس کی سنت اور طریق ہے جو اس کے مالک و مختارِ کُل ہونے کی علامت ہے۔ برادر بلال کی زندگی کی ایک بہت بڑی ولولہ انگیز آرزو فلاڈلفیا مسجد کی تعمیر تھی۔ اس کے بہت سے پیچیدہ مراحل و مسائل میری آنکھوں کے سامنے سے گزر جاتے ہیں۔ برادر بلال بھی ان میں سے گزرتے رہے۔ مگر ایک پختہ یقین اور امید کے ساتھ پچھلے بیس سال سے اس تگ و دو میں لگے رہے کہ امریکہ کی اس بستی میں جس نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے غلام حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے قدم چومے اور توحید کی آواز سنی، وہاں اپنی مسجد، اللہ کی سجدہ گاہ کے طور پر تعمیر ہو۔ مکانوں، دکانوں اور گرجوں کے تغیر و تبدل و تحویل کا شاخسانہ نہ ہو۔ چند سال پہلے جب اس منصوبے پر عملدرآمد شروع ہوا تو برادر بلال کی دلی مراد بر آئی۔ اور پھر اس کے بعد آپ نے اپنا تن من دھن اس کے لیے نچھاور کیے رکھا۔ روزانہ تعمیر کی جگہ پر آ جاتے، سارا وقت دعاؤں اور عبادتوں میں گزارتے اور اس پراجیکٹ کے مکمل ہونے کا انتظار کرتے رہتے۔ آپ کی وہاں آمد و قیام کا تعمیر کے ابتدائی مراحل میں یہ فائدہ ہوا کہ جب کنٹریکٹر نے لیبر کے لیے مقامی مزدوروں کو اجرت پر مستعار لینا شروع کیا تو وہ ایک معقول معاوضہ پر مل گئے۔ مگر جونہی مقامی لیبر یونین کو علم ہوا کہ یہ ایک مذہبی آرگنائزیشن ہے اور بہت بڑی مسجد بنا رہی ہے تو انہوں نے دخل اندازی شروع کر دی کہ تمام لیبر ان کی وساطت سے رکھی جائے، جس سے لیبر لاگت دگنے سے بھی زیادہ ہو جاتی۔ لیبر یونین نے ایذا رسانی اور رکاوٹوں کے لیے اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرنے شروع کر دیئے۔ اور ہراساں کرنے کی نیت سے روزانہ کسی نہ کسی کو وہاں بھیجنا شروع کر دیا۔ برادر بلال وہاں بیٹھ جاتے اور بڑی حکمت سے ان سے گفتگو کرتے:

"بھائی، ہم تو خود ایک غریب سی جماعت ہیں اور لوگوں سے چندہ لے کر مسجد بنا رہے ہیں، ہم لیبر یونین ریٹس کے متحمل نہیں ہو سکتے بلکہ تمہیں بھی دعوت دیتے ہیں کہ اس کارِ خیر میں چندہ دے کر حصہ لو اور ثواب کماؤ۔" آپ کی بزرگی، وقار اور رعب داب سارے علاقے میں مسلم تھا، اس لیے ان لوگوں کو کوئی بڑی رکاوٹ ڈالنے کی ہمت نہ پڑتی۔ بالآخر یونین لیڈرز اپنا سا منہ لے کر خاموش ہو گئے۔

برادر بلال کی بڑی آرزو تھی کہ مسجد فلاڈلفیا کی تعمیر کے بعد اس میں سب سے پہلی اذان دینے کی سعادت انہیں نصیب ہو مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کی اپنی حکمتوں کے مطابق ہوتی ہے۔ آپ کی آرزو اس رنگ میں تو نہ پوری ہو سکی لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو امید ہے کہ وہ اس سے بہتر رنگ میں انجام پذیر ہو، جیسا کہ صدر جماعت نے آپ کے بیٹے عمر عبد السلام کو کہا ہے کہ اب اسے اپنے باپ کی جگہ سنبھالنی ہے اور اسے تیاری بھی کروا رہے ہیں کہ مسجد کی تعمیر کے بعد پہلی اذان اس کا حق ہے۔ خدا کرے کہ یہ احساس آپ کے خاندان میں پاک تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو اور آپ کے وہ اعزہ و اقارب جو ابھی تک اسلام اور احمدیت کے نور سے محروم ہیں وہ بھی اس سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ آمین۔

برادر بلال کا ایک اور بڑا وصف عائلی زندگی میں انتہائی قابلِ ستائش حسنِ سلوک کا نمونہ تھا۔ آپ کی شادی اسلام قبول کرنے سے پہلے ہوئی تھی اور آپ کی اہلیہ ارنسٹین (Earnestine) بھی ابتداً آپ کے ساتھ عیسائی پادری کی تعلیم حاصل کر کے میدانِ عمل میں آئیں۔ ابھی تک توحید اور اسلام کی سچائی اور حقیقت کا ادراک نہیں کر پائیں اور اپنے مسلک پر قائم ہیں۔ مگر ساٹھ سال سے زائد عرصہ کی رفاقت اس بات کا ثبوت ہے کہ باوجود بعد المشرقین مذہبی نظریات کے برادر بلال کس قدر متحمل مزاج، بردبار اور انسانی حقوق کا پاس کرنے والے انسان تھے۔ آپ کی اہلیہ نے آپ کی وفات پر تعزیت کرنے والوں کے سامنے روتے ہوئے اعتراف کیا کہ بلال ہر دکھ سکھ میں ساتھ دینے والا ایک مثالی خاوند اور مثالی باپ تھا۔

برادر بلال ایک اور بہت بڑے اعزاز کے حامل بھی ہو گئے۔ اس سال آپ کو نہ صرف جلسہ یوکے میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی بلکہ آپ کا نام عالمی بیعت کے ان خوش نصیبوں میں شامل تھا جن کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ

نے تجدیدِ بیعت کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔ مگر جلسہ کے دوران ہی میں آپ پر بیماری کا حملہ ہوا اور بظاہر اس سعادت سے محروم رہے۔ چنانچہ امریکہ کے ایک اور ابھرتے ہوئے عاشقِ خلافت اور خادمِ دین نوجوان برادر رحیم لطیف کو اس اعزاز کا مستحق سمجھا گیا۔ یہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی خاص عنایت ہے کہ شاید اس نے اس وقوعے کو ایک ڈوبتے ہوئے سورج اور طلوع ہوتے ہوئے چاند کے سنگم کے طور پر دکھانا مقصود کر رکھا تھا۔

مغرب کا یہ سورج تو بالآخر غروب ہو گیا کہ وہ ایک فانی وجود تھا اور اس فانی دنیا سے رخصت ہونا اس کا مقدر تھا جیسا کہ ہر ایک کو انجام کار اسی ڈگر پر چلتے ہوئے اپنی ابدی منزل کو پانا ہے۔ مگر یہ وجود جس طرح افقِ احمدیت پر نصف صدی سے زائد عرصہ تک چمکتا رہا اور اپنے پیچھے رہتی دنیا کے لیے نیک یادوں اور متبرک روایتوں کا ایک خزانہ اور نمونہ چھوڑ گیا وہ راہروانِ عشق و وفا کے لیے ایک پیغام ہے کہ جو بھی انہیں اپنائے گا عشقِ خدا و رسول ﷺ اور اطاعتِ خلافت کی نئی رفعتوں کو پا لے گا۔

جماعت کی حفاظت کے بارہ میں حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کی ایک مبشر رؤیا اور اس کی تعبیر

فرمایا:

اللہ تعالیٰ جب ایک باغ لگاتا ہے اور کوئی اس کو کاٹنا چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ اس شخص پر کبھی راضی نہیں ہو سکتا۔ مدّت کی بات ہے مَیں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ مَیں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور باغ کی طرف جاتا ہوں اور مَیں اکیلا ہوں۔ سامنے سے ایک لشکر نکلا جس کا یہ ارادہ ہے کہ ہمارے باغ کو کاٹ دیں۔ مجھ پر ان کا کوئی خوف طاری نہیں ہوا۔ اور میرے دل میں یہ یقین ہے کہ مَیں اکیلا ان سب کے واسطے کافی ہوں۔ وہ لوگ اندر باغ میں چلے گئے اور اُن کے پیچھے مَیں بھی چلا گیا۔ جب مَیں اندر گیا تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سب کے سب مَرے پڑے ہیں اور ان کے سر اور ہاتھ اور پاؤں کاٹے ہوئے ہیں اور اُن کی کھالیں اُتری ہوئی ہیں۔ تب خدا تعالےٰ کی قدرتوں کا نظارہ دیکھ کر مجھ پر رقّت طاری ہوئی اور مَیں رو پڑا کہ کس کا مقدور ہے کہ ایسا کر سکے۔

فرمایا:

اس لشکر سے ایسے ہی آدمی مُراد ہیں جو جماعت کو مُرتد کرنا چاہتے ہیں اور ان کے عقیدوں کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت کے باغ کے درختوں کو کاٹ ڈالیں۔ خدا تعالیٰ اپنی قدرت نمائی کے ساتھ ان کو ناکام کرے گا اور ان کی تمام کوششوں کو نیست و نابُود کر دے گا۔

فرمایا:

یہ جو دیکھا گیا ہے کہ اس کا سَر کٹا ہوا ہے۔ اس سے یہ مُراد ہے کہ ان کا تمام گھمنڈ ٹوٹ جائے گا اور ان کے تکبّر اور نخوت کو پامال کیا جائے گا۔ اور ہاتھ ایک ہتھیار ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ ہاتھ کے کاٹے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے پاس مقابلہ کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا اور پاؤں سے انسان شکست پانے کے وقت بھاگنے کا کام لے سکتا ہے لیکن ان کے پاؤں بھی کٹے ہوئے ہیں جس سے یہ مراد ہے کہ ان کے واسطے کوئی جگہ فرار کی نہ ہو گی اور یہ جو دیکھا گیا ہے کہ ان کی کھال بھی اُتری ہوتی ہے اس سے یہ مُراد ہے کہ اُن کے تمام پَردے فاش ہو جائیں گے اور ان کے عیوب ظاہر ہو جائیں گے۔

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۴۔۲۵)

مکرم ڈاکٹر عبد المنان ملک صاحب کی یاد میں

ریاض احمد ملک، انصر محمود ملک، نوید احمد ملک، خرم ابرار ملک۔ اسیر انِ راہ مولا، سانحہ دوالمیال۔

جہلم جیل۔۲۰۱۷-۰۵-۰۸

محترم اہلِ خانہ / اہلِ خاندان ڈاکٹر عبد المنان ملک صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج مورخہ ۶/ مئی ۲۰۱۷ء پسِ زنداں (جیل جہلم) ہم اسیر ان راہِ مولا سانحہ دوالمیال کو یہ روح فرسا خبر کانوں کے پردوں سے ٹکرائی کہ دوالمیال کی اہم شخصیت ڈاکٹر عبد المنان ملک صاحب کا امریکہ میں انتقال ہو گیا ہے اور دو دن پہلے امریکہ میں ہی تدفین ہوئی ہے۔ دلی افسوس ہؤا۔ خیالوں میں آپ کی زندگی پھرنے لگی۔

امریکہ کی سر زمین پر دوالمیال کا پہلا شخص جس نے نصف صدی پہلے علم کی پیاس بجھانے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کی خاطر ہجرت کی۔ یہ ہجرت کا مسافر سات سمندر پار اس دیارِ غیر میں پہنچا۔ اس کا سفر محنت کا، وفا کا، عشق کا، انا کا ایک لمبی محنت پر محیط ہے۔ جس نے دوالمیال کو الوداع کہا جو اپنے والدین، آباؤ اجداد اور آقا کی دعاؤں کے سائے سائے چلتا رہا۔ ان دعاؤں نے انہیں حوصلہ، جرأت اور ولولہ بخشا کہ انہوں نے خود کو اکیلا نہیں سمجھا اور محنت کو شعار بنا کر ہر مشکل کا مقابلہ دعا کے ہتھیار سے کیا۔ اور جس کو دعاؤں اور محنت کی بدولت خدمتِ انسانیت، خدمتِ دین کے مواقع نصیب ہوئے۔ اور وہ اپنی منزل کے حصول کے لئے آگے سے آگے بڑھتے گئے۔ جس نے اپنی خاطر کم، خاندان کی بہتری کی خاطر زیادہ سوچا۔ اور اپنے خاندان کی بہتری کی خاطر جس نے انہیں امریکہ میں پاس بلا کر ان کو امریکہ میں سیٹ کیا۔ ایسے عظیم لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ جو اپنا فائدہ اور بھلائی کے لئے کم اور دوسروں کی بھلائی کے لئے زیادہ سوچتے ہیں۔

ڈاکٹر عبد المنان ملک صاحب کی زندگی بہت سارے اُتار چڑھاؤ سے مرقع ہے۔ لیکن اُن کی خود اعتمادی نے انہیں ہر آن کامیابیوں کی جانب رواں رکھا کبھی میں اُن کو سر سید ہائی سکول کٹاس میں ایک استاد کی حیثیت سے دیکھتا ہوں کہ وہ ایک مثالی استاد تھے اور وہاں بھی صبح شام بچوں کی تعلیم و تربیت میں ہمہ وقت بغیر کسی ٹیوشن اور لالچ کے ہر وقت ان کی تعلیمی کمی کو دور کرنے میں مصروفِ عمل رہتے۔ وہاں میری ان سے ملاقات رہی اور انہوں نے اپنے اخلاق، محنت، مہمان نوازی سے بہت متاثر کیا۔

پھر آپ ہی کی محنتِ شاقہ نے انتظامیہ سر سید ہائی سکول کٹاس کو مجبور کیا کہ وہ سر سید انٹر کالج کٹاس کا اجراء کریں اور اس کالج کے اجراء پر اس کے پہلے پروفیسر کی حیثیت سے آپ نے وہاں اپنی خدمات سر انجام دیں۔ علاقہ کہون میں علم کو پھیلانے والوں میں آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

ایک دن شام کے وقت میں اور پروفیسر سرور (جو اس وقت سر سید سکول کٹاس میں اُستاد تھے) آپ سے ملاقات کے لئے کٹاس گئے تو آپ نے یہ

خوشخبری سنائی کہ وہ پی-ایچ-ڈی کے لئے امریکہ جا رہے ہیں۔ اس وقت یہ اچنبھے والی بات تھی کہ دوالمیال کا ایک فرد اپنی محنت کے بل پر امریکہ پی-ایچ-ڈی کے لئے جا رہا ہے۔ آخر وہ وقت آ گیا جب ہم نے انہیں امریکہ کے لئے الوداع کہا۔ پھر وہاں آپ نے اپنے مقصد کو پایا۔ آپ نے اپنی محنت کے بل بوتے پر پی ایچ ڈی کی تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد اپنی شب و روز کی محنت سے ایم-ڈی کی۔ آپ کے سر پر والدین، اہلِ خاندان اور آقا کی دعائیں تھیں جن کو آپ نے دیارِ غیر میں کبھی نہیں بھلایا۔ اور ان کی خدمت، خدمت دین اور فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ جو دوسروں کے لئے جیتے ہیں اور دوسروں کا خیال رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں فراوانی عطا فرماتا ہے۔

زندگی کو آپ نے ایک محنتی کاریگر کی طرح ڈھالا؟۔ اور اپنی محنت سے بہت نام کمایا۔ روٹری کلب میں امن کے سفیر بن کر امن و آشتی کا درس کو بہ کو اور قریہ بہ قریہ پہنچایا۔ جگہ جگہ لیکچر

دیتے، محبتیں ہر سو بکھیریں اپنے اخلاق و اطوار سے، نفرتوں کو ختم کیا اپنی خدمتِ خلق کے افکار سے۔

یوں ہی ماہ و سال گزرتے رہے ان سے فون پر گاہے بہ گاہے بات ہوتی رہی۔ ایک دفعہ دوالمیال تشریف لائے تو میں نے خواہش ظاہر کی کہ فرحان ماڈل سکول میں آپ سٹاف اور بچوں کو اپنے نصائح سے نوازیں۔ آپ نے درخواست قبول کرتے ہوئے پوچھا کہ صبح دعا کتنے بجے ہوتی ہے۔ انہیں بتایا کہ ۸ بجے تو کہنے لگے میں ۸ بجے آکر صبح ان بچوں کو کچھ بتانے کی کوشش کروں گا۔ ٹھیک ۸ بجے اسمبلی میں پہنچ گئے۔ اور اپنی پُر معارف نصائح سے نوازا۔ اور مزے کی بات یہ کہ ان بچوں کو انہی کے لیول تک آکر نصائح دیں۔ اور اس میں ایک نصیحت یہ کہ "اگر ہم لوگ اپنی گلی کو صاف رکھنا چاہتے ہیں تو روزانہ ایک پتھر اپنی گلی سے ہٹا دیں، تمہاری گلی صاف ہو جائے گی۔" میں نے سوال کیا کہ دوسرا پتھر کیوں نہیں تو آپ نے بتایا کہ ایک پتھر اٹھانے کی روزانہ کی ان کو عادت ڈالنی ہے۔ دوسرا پتھر ان کی عادت سے ہٹ کر ایک بوجھ ہو گا۔ اور یہ روزانہ کی عادت ان کی زندگی بھر قائم رہے گی۔ پھر آپ نے کہا کہ اسمبلی میں بچوں نے تلاوتِ کلام پاک کی، علامہ اقبال کی نظم پڑھی، قومی ترانہ بھی پڑھا لیکن میری خواہش ہے کہ اس کے ساتھ قرآن مجید کی دعا "ربِّ زدنی علما" کو تین بار دُہرایا جائے۔ اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یہ دعا اسمبلی میں تین بار دُہرائی جانے لگی۔

ڈاکٹر صاحب سے میری یہ آخری ملاقات تھی۔ مجھے پتہ چلا کہ ڈاکٹر عبد المنان ملک صاحب مستقل دوالمیال شفٹ ہو رہے ہیں بلکہ کرنل محمد فاروق ملک کے گھر آ گئے ہیں۔ ان سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے کہ میں اب پکا پکا اپنی اس دھرتی پر واپس آ گیا ہوں جہاں سے میرے بچپن کی یادیں وابستہ ہیں۔ جہاں میرے آباؤاجداد کی دعائیں مجھ پر سایہ فگن ہیں۔ مجھے وہ محبتیں کھینچ لائی ہیں۔ ان سے باتیں ہوئیں کہ آپ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں اتنا طویل عرصہ گزار کر آئے ہیں جہاں ہر قسم کی سہولیات موجود تھیں، آج تو آپ جس گاؤں میں رہنے کا سوچ کر یہاں آئے ہیں یہ امریکہ سے دو سو سال پیچھے ہے۔ سہولت نام کی کوئی چیز نہیں ہے، اور جو سہولتیں ہیں وہ بھی نام کی ہیں اور نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہاں تو اب الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ لیکن وہ یہ ارادہ لے کر آئے تھے کہ جیسے بھی حالات ہوں میں نے اب دوالمیال میں ہی رہنا ہے۔ اس کی مٹی کی خوشبو مجھے یہاں کھینچ لائی ہے۔ مجھے ترکھی پہاڑی پر بچپن میں چرائے ڈنگر اور اپنے محلہ کے آباؤاجداد کی یادیں یہاں لے آئی ہیں۔

اس کے بعد مجھے کہنے لگے میں نے آپ بیتی پر ایک کتاب لکھنے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ میں تمہیں لکھا دوں گا اور تم اس کو لکھ لینا اور کتابی شکل دے دینا، انہوں نے جو آپ بیتی کا نام تجویز کیا تھا وہ تھا "شیر اں دے پُتر شیر" میں نے بھی حامی بھر لی۔ اس سے قبل میں نے ڈاکٹر گل محمد صاحب کی نظموں، غزلوں کو اکٹھا کر کے ایک کتابی شکل میں "دردِ گل" کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔ میں نے بھی حامی بھر لی۔

ڈاکٹر صاحب نے دوالمیال میں محلہ میرا (کوہسار سٹیل ملز) کے قریب ایک کوٹھی میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں روزانہ میری ان سے ملاقات رہی اور ان کے علم کے موتی ہم بھی حاصل کرنے لگے۔ وہ اپنے بچپن کی یادیں مجھے بتاتے رہے۔ اور انہوں نے اپنی آپ بیتی کے چند اوراق مجھے لکھائے بھی جو میرے پاس میرے کمپیوٹر میں محفوظ ہیں۔ زنداں سے باہر آکر ان شاء اللہ اس ادھوری آپ بیتی کو تکمیل تک پہنچانے کی بھرپور سعی کروں گا۔ اور ڈاکٹر صاحب کا یہ قرض اتارنے کی مقدور بھر کوشش کروں گا۔

دوالمیال میں انہی دنوں میں ڈاکٹر صاحب کے پاؤں میں انفیکشن ہو گئی اور انہوں نے یہاں اپنا علاج شروع کروایا لیکن شوگر کی وجہ سے زخم بڑھتا گیا۔ اور پھر سب کی کوششیں رنگ لائیں اور ڈاکٹر صاحب بغرض علاج امریکہ واپس جانے پر راضی ہو گئے اور جاتے ہوئے کہہ گئے کہ علاج کے بعد واپس دوالمیال آجاؤں گا۔

امریکہ میں آپ سے گاہے بہ گاہے ٹیلی فون پر بات ہوتی رہی اور ان کی دعائیں ہمیں ملتی رہیں۔ اس جمعہ مورخہ ۵ مئی ۲۰۱۷ کو جیل میں ملاقات کے وقت ہماری ملاقات ہمیں ملنے کے لئے آئی جہاں ہم اسیر ان راہِ مولا سانحہ دوالمیال کی حیثیت سے ہیں تو اس وقت بھائی محمود احمد ملک اور بھائی اعجاز احمد ملک نے یہ روح فرسا خبر سنائی کہ ڈاکٹر عبد المنان ملک صاحب کا امریکہ میں انتقال

ہو گیا ہے اور ایک دن پہلے ان کی تدفین امریکہ میں ہوئی ہے جس میں سب دوالمیال کے احباب شامل ہوئے۔اس خبر سے دل کو بہت دھچکا لگا۔لیکن اللہ کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور تمام اہلِ خانہ کو یہ عظیم صدمہ سہنے کے لئے صبر جمیل عطا فرمائے ۔ (آمین)

ڈاکٹر صاحب جیسے عظیم لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔جو اپنی محنت اور خود اعتمادی کے بل بوتے پر ہر مشکل کو سہل بنا دیتے ہیں اور دریاؤں کے پانیوں میں راستے نکال لیتے ہیں، صحراؤں میں آبِ رواں کے چشمے ابال دیتے ہیں۔ اپنی محبتوں سے ،اپنی دعاؤں سے اپنا مقام حاصل کر لیتے ہیں ۔جن کے خدمتِ خلق کے کام دوسروں کے لئے مشعلِ راہ ہوتے ہیں۔جن کے دلوں میں محبت کی خوشبو رچی ہوتی ہے اور ان خوشبوؤں سے تمام چمن مہکا ہوتا ہے۔ایسے عظیم لوگوں کے لئے کسی نے کہا تھا کہ فلک برسوں پھرتا ہے تب خاک کے پردے سے ڈاکٹر صاحب جیسا انسان نکلتا ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ہم اسیر انِ راہِ مولا (ریاض احمد ملک ،انصر محمود ملک،نوید احمد ملک،خرم ابرار ملک) سانحہ دوالمیال جہلم جیل کی جانب سے سب اہل خانہ کی خدمت میں اظہارِ افسوس، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کے درجات بلند فرمائے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور سب اہل خانہ اور اہلِ خاندان کو صبر جمیل سے نوازے۔(آمین۔)

والسلام۔طالبِ دعا

ریاض احمد ملک ،انصر محمود ملک ،نوید احمد ملک،خرم ابرار املک

اسیر انِ راہ مولا، سانحہ دوالمیال

تعلیم الاسلام کالج کے سابقہ طالب علم متوجہ ہوں

مجلس طلبائے قدیم تعلیم الاسلام کالج امریکہ کو اپنے ممبران کی لسٹ مکمل کرنے کے لئے آپ کے فوری تعاون کی ضرورت ہے۔اگر آپ تعلیم الاسلام کالج کے سابقہ طالب علم ہیں تو مہربانی فرما کر اپنا نام،ای میل،ایڈریس،فون نمبر اور پتہ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک طریق سے جلد بھجوائیں:

ا: مجلس طلبائے قدیم تعلیم الاسلام کالج امریکہ کی ویب سائٹ کے درج ذیل صفحے پر ممبر شپ فارم مکمل کریں:

http://www.ticalumniusa.org/membership-form/index.html

۲:جنرل سیکرٹری مجلس طلبائے قدیم تعلیم الاسلام کالج امریکہ ناصر جمیل صاحب کو اُن کے ای میل ایڈریس

nasir.jamil5@gmail.com

پر اپنا نام،ای میل،فون نمبر اور پتہ بھجوادیں یا اُنہیں 1862-567-443 پر فون کرکے لکھوادیں۔جزاک اللہ

جمیل احمد بٹ۔۲۹نومبر ۲۰۱۷ء

عزیزم مکرم ڈاکٹر صلاح الدین مرحوم کی یاد میں

صلاح الدین تم دیر تک یاد رہو گے

پروفیسر محمد شریف خان، فلاڈلفیا، امریکہ

میں اپنی لیبارٹری (دارالصدر شمالی، ربوہ) میں اپنے کام میں مگن تھا کہ بچے نے اطلاع دی "ابو باہر لمبو آیا ہے"۔ بچے صلاح الدین کو دراز قد ہونے کے ناطے آسان نام "لمبو" سے پکارتے تھے۔ میری آخری معلومات کے مطابق صلاح الدین انگلیڈ میں پی ایچ ڈی کر رہا تھا، ابھی کل ہی اس کا خط ملا تھا جس میں پاکستان آنے کا ذکر نہیں تھا اس لئے میں نے کسی قدر حیرانی کے عالم میں کہا "بیٹا انہیں اندر بلاؤ"۔

اگلے لمحے ڈاکٹر صلاح الدین اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا: "خان صاحب السلام علیکم!" اور ایک بڑا سا ڈبہ فرش پر رکھتے ہوئے مجھے گلے ملا۔ "وعلیکم السلام، بھئی ڈاکٹر امریکہ سے کب آئے؟"

ڈبے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "سر! ربوہ کل پچھلے پہر پہنچا تھا، آج سب سے پہلے آپ کی امانت آپ تک پہنچانے آیا ہوں"۔

"بھئی، میری یہ کونسی امانت ہے، جو تمہارے پاس تھی اور مجھے معلوم نہیں؟"

"سر! کھول کر دیکھیں، اچھا میں کھول دیتا ہوں"۔ ڈبہ کھول کر ایک بڑا سا کمپیوٹر میرے سامنے میز پر یہ کہتے ہوئے رکھ دیا "خان صاحب آپ نے پچھلی دفعہ جب میں آپ کے لئے سوٹ کا کپڑا لے کر آیا تھا، "تو کہا تھا، بھئی تحفہ سوچ سمجھ کر لایا کرو، میں نے کبھی سوٹ پہنا ہے؟"

"امریکہ میں میرے پاس یہ کمپیوٹر پڑا تھا، سوچا آپ کے بڑا کام آئے گا"۔ میں نے ڈاکٹر صلاح الدین کو گرم جوشی سے گلے لگا کر شکریہ ادا کیا۔ واقعی میرا کام اب اتنا پھیل چکا تھا کہ ٹائپ رائیٹروں کے بس کا روگ نہیں رہا تھا۔ میں نے جلد ہی ای میل کی سہولت حاصل کر لی، اب میں چند سیکنڈوں میں اپنا مسودہ جرنلز کے ایڈیٹروں کو طبع کرنے کے لئے بھجوا سکتا تھا۔ پرنٹر خرید لیا، پرچوں وغیرہ کی چھپائی کا کام آسان ہو گیا۔ اس طرح میرا دائرۂ احباب وسیع ہوا۔

یہ تھا میرا شاگرد صلاح الدین، جو مجھ سے چار سال تعلیم الاسلام کالج میں پڑھا، مگر مجھے کبھی بھولا نہیں تھا۔ جب کسی سے ملتا ایسی ہی مانو سیت اور کُھلے مسکراتے چہرے سے ملتا۔ چند سال پہلے جب میری اہلیہ فوت ہوئیں۔ افسوس کا فون کیا، میرے کہنے پر "صلاح الدین ایسے نہیں،" اگلے ہی دن مرحوم میرے دروازے پر تھا۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے۔ آمین

صلاح الدین (لمبے) اور اس کے رشتے میں ماموں، کریم شریف (چھوٹو) تعلیم الاسلام کالج میں میری ایف ایس سی کی کلاس میں مختلف اوقات میں طالب علم رہے۔ اگرچہ صلاح الدین اپنے ماموں کریم سے آٹھ سال بڑا تھا مگر اکثر دونوں اکٹھے دکھائی دیتے، جب کوئی مسئلہ سمجھنے کے لئے میرے گھر آیا کرتے، بچوں نے ان کی پہچان لمبو (صلاح الدین) اور چھوٹو (کریم) رکھی ہوئی تھی، مجھے آکر بتاتے "ابو باہر لمبو اور چھوٹو آئے ہیں"۔ ہم تینوں لان میں مل بیٹھتے اور مسئلہ حل ہو جاتا۔

کریم ایف ایس سی کے بعد امریکہ چلے گئے۔، جبکہ صلاح الدین نے ایف ایس سی اور بی ایس سی تعلیم الاسلام کالج سے پاس کرنے کے بعد ایم ایس سی زوآلوجی گورنمنٹ کالج لاہور سے۔

لاہور میں صلاح الدین اپنے ڈیپارٹمنٹ میں اپنی قد آور شخصیت شرافت اور خداداد صلاحیتوں کے باعث ہر دلعزیز تھا۔ یادش بخیر اسی ڈیپارٹمنٹ سے مرحوم پروفیسر نصیر احمد بشیر صاحب نے ۱۹۵۳-۵۴ میں ایم ایس سی زوآلوجی گولڈ میڈل کے ساتھ پاس کیا تھا، مرحوم ٹی آئی کالج میں میرے استاد رہے، ۱۹۶۳ میں میں نے اسی شعبہ سے ایم ایس سی زوآلوجی میں گولڈ میڈل

حاصل کیا اور ٹی آئی کالج میں چھتیس سال پڑھاتا رہا۔ غرضیکہ گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ زوآلوجی میں تعلیم الاسلام کالج کے احمدی طلباء کا ریکارڈ شاندار رہا ہے۔

مرحوم ڈاکٹر صلاح الدین کا بایوڈیٹا

صلاح الدین مولانا امام الدین رئیس التبلیغ انڈونیشیا کے ہاں ربوہ میں ۹ اپریل ۱۹۵۳ء کو تولد ہوئے، میٹرک، تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے ۱۹۶۹ء میں اور تعلیم الاسلام کالج سے ایف ایس سی ۱۹۷۱ء میں اور بی ایس سی ۷۴-۱۹۷۳ء میں پاس کیا، ایم ایس سی زوآلوجی گورنمنٹ کالج لاہور سے ۱۹۷۶-۷۸ء میں، اسی دوران صدر بیالوجی سٹوڈنٹ یونین گورنمنٹ کالج لاہور رہے۔ لیکچرار بیالوجی کے طور پر گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ، پاکستان میں ۱۹۸۰-۸۳ء تک کام کیا۔

ڈاکٹریٹ سکالر

خوش قسمتی سے یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے تعلیمی منصوبے "وظائف، ادائیگی حقوق طلباء" کا اعلان فرمایا تھا۔ چنانچہ صلاح الدین کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خاص شفقت سے جماعتی وظیفہ پر پی ایچ ڈی کے لئے انگلستان میں ایسکس Essex یونیورسٹی میں بھجوایا گیا، ۱۹۸۷ء میں فارغ ہوئے، آپ کے ریسرچ مقالے کا عنوان تھا:

Monoclonal antibodies to nuclear proteins: probes for the study of nuclear physiology.

علمی خدمت اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خوشنودی

ڈاکٹر صلاح الدین انگلستان میں پڑھائی کے دوران جماعت سے مسلسل رابطے میں رہے، اُس دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنی انگریزی تصنیف Revelation, Rationality, Knowledge and Truth تحریر فرما رہے تھے حضورؒ کو چند حوالوں کی ضرورت پڑی، ڈاکٹر صلاح الدین نے انٹرنیٹ سے ڈھونڈھ کر پیش کر دیئے، حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا "ڈاکٹر صلاح الدین نے خاص طور پر گمشدہ حوالہ جات کو تلاش کر کے بہت بڑا کام انجام دیا ہے۔ مجھے ان مضامین کے عنوان یاد تھے، اور سنِ اشاعت۔ ان مضامین کے بارہ میں حافظہ میں ایک عموی سا تاثر تھا، جس کی مدد سے انہوں نے حیرت انگیز طور پر تمام حوالہ جات تلاش کر لئے۔"

ڈاکٹر صلاح الدین نے ۱۹۸۷-۹۳ میں امریکہ میں Cold Spring Harbor Laboratory سے پوسٹ ڈاکٹریٹ کیا۔ اس دوران کئی بار مجھ سے ربوہ میں ملاقات ہوئی مگر اتنا پڑھا لکھا ہونے کے باوجود ڈاکٹر صاحب کی سادگی میں سرِ مو فرق نہ آیا تھا۔

ویسٹ انڈیز میں ایک میڈیکل سکول میں ایڈجنکٹ لیکچرر کے طور پر کچھ سال پڑھایا، اور ساتھ ساتھ علم کی لگن ایسی تھی کہ ایم ڈی ڈگری کے لئے پڑھتے بھی رہے۔ وہاں کالج میں تعصب کی وجہ سے سب کچھ چھوڑ کر امریکہ آ گئے اور مختلف ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے۔ آخر میں ڈاکٹر عرفان اللہ دین صاحب کے ساتھ نیوجرسی امریکہ میں کام کر رہے تھے۔

خاندانی حالات

ڈاکٹر صلاح الدین کے دادا مولوی عبدالغفور اور نانا مولوی ابو البشارت عبدالغفور صاحب دونوں صحابی تھے۔ آپ کے والد محترم مولوی امام الدین صاحب مبلغ انڈونیشیا اور والدہ محترمہ نصرت بیگم صاحبہ بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، ان کا گزشتہ سال ہی انتقال ہوا ہے۔

صلاح الدین کا بچپن محلہ دارالصدر جنوبی، ربوہ میں کوارٹر تحریک جدید میں گزرا۔ جہاں جملہ مبلغین کے بچوں کے ساتھ میل جول، کھیلنا وغیرہ تھا۔ مرحوم بہت ملنسار اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے، نہایت ہی صلح جو اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ ضرورت مندوں کی مدد کے لئے مستعد رہتے۔ جلسے کے دوران عام طور پر لنگر خانے میں ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔

اوصافِ حمیدہ

ڈاکٹر صلاح الدین اتنے پڑھے لکھے ہونے کے باوجود نہایت سادہ دل اور ہمدرد انسان تھے، رہن سہن میں حد درجہ سادگی تھی، طبیعت ہمیشہ سے پڑھنے پڑھانے کی طرف مائل رہی۔ جو طالب مدد کے لئے آتا بلا معاوضہ مدد اور راہنمائی کرتے۔ جب پاکستان جاتے، فضل عمر ہسپتال میں غذا اور صحت اور اس کے عوامل پر پبلک لیکچر دیتے۔

امریکہ میں حصولِ تعلیم کے لئے خواہشمند ڈاکٹروں کی مدد کرتے، اور اس سلسلے میں دلچسپی رکھنے والے دوسرے لوگوں کی مدد کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے، کچھ سال ہوئے امریکہ میں میڈیکل سکول جاری کرنے کے پراجیکٹ پر بھی

کام کیا۔

جماعتی خدمات

صلاح الدین ربوہ میں محلے کے اطفال اور خدام کی تنظیموں کے سر گرم ممبر رہے۔ اجلاسات، اجتماعات اور جلسہ سالانہ کی ڈیوٹیاں بڑے شوق سے دیتے۔

امریکہ میں لنگر خانہ مسیحِ موعودؑ کی ابتدا

۱۹۹۱ء تک امریکہ میں جلسہ سالانہ کی اجتماعی مہمانداری کی کوئی صورت نہ تھی (امریکہ میں لنگر خانہ مسیحِ موعودؑ کے پچیس سال۔ امتیاز راجیکی: النور جولائی اگست ۲۰۱۶ء) سالوں تک اردگرد کے ہوٹلوں، موٹلوں اور ریستورانوں کی مدد سے جلسہ سالانہ کی مہمانداری کے فرض سے عہدہ برآ ہوتے رہے۔

آخر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خواہش کہ "۱۹۹۲ء سے جماعت امریکہ کا اپنا لنگر خانے کا انتظام ہو نا چاہیئے"، پر لبیک کہتے ہوئے عزیزم ڈاکٹر صلاح الدین اور ان کی ٹیم اس کی تیاری کے لئے مستعد ہوگئے، ڈاکٹر صاحب نے تمام مسائل کو سمجھتے ہوئے ان کے حل کا سائنٹفک طریقہ اپنایا اور من پسند نتائج حاصل کرنے کے لئے پوری جانفشانی سے کام کیا۔

اس کو اتفاق کہیئے کہ ڈاکٹر صلاح الدین کو Nutrition and Biochemistry میں پہلے ہی سے دلچسپی تھی اور پی ایچ ڈی کی ریسرچ تقریباً اسی موضوع سے متعلق تھی۔ صلاح الدین بچپن سے ہی جلسہ سالانہ کے دوران لنگر خانے میں ڈیوٹیاں دیا کرتا تھا۔ اب تو حضور کا ارشاد تھا۔ صلاح الدین خاص طور پر ربوہ گئے، اور ماہر کھانا پکانے والوں سے مشورے کیے، کھانے کی مقدار کے مطابق مسالے وغیرہ کے نسخے حاصل کیے۔

دوسری طرف جلسہ میں پندرہ بیس ہزار مہمانان کے لئے سالن تیار کرنے کے لئے دیگوں کا مسئلہ درپیش تھا، عام دستیاب بڑی سے بڑی دیگوں کی ضرورت تھی، جس میں بہ آسانی ۱۰۰ پاؤنڈ گوشت، ۴۰ پاؤنڈ آلو اور ۴۰ پاؤنڈ دوسرے مسالہ جات کا سالن ۸۰۰-۱۰۰۰ افراد کے لئے تیار کیا جا سکتا۔ امریکہ میں آرڈر پر بنوانے کا سوچا، یہاں کوئی بھی فرم اول تو دی ہوئی Specifications (مطلوبات) کے مطابق دیگیں بنانے پر تیار نہ ہوئی، اگر تیار ہوئی بھی تو بڑی قیمت پر۔

بالآخر، پاکستان میں برتن بنانے والوں کو گوجرانوالہ، کراچی اور سیالکوٹ جاکر ذاتی طور پر ڈاکٹر صاحب ملے، ان کی آفر کو دیکھا، دس بیس ہزار کا کھانا پکانے کے لئے پتیلوں اور دیگوں کی تیاری کا اندازہ لگایا، سالن کے لئے ۲۰ انچ گہرائی، ۳۴ انچ قطر کی ۲۰ دیگوں کا آرڈر دیا گیا۔ ہر دیگ میں بآسانی ۱۰۰ پاؤنڈ گوشت، ۴۰ پاؤنڈ آلو اور 40 پاؤنڈ دوسرے مسالہ جات کا سالن ۸۰۰-1000 افراد کے لئے تیار ہو سکتا تھا، ان دیگوں کے سائیز کے مطابق برنروں کے علاوہ کڑچھوں، پیاز کاٹنے، ٹماٹر پیسٹ بنانے، مصالحہ گرائینڈ کرنے اور آلو چھیلنے کی بجلی کی مشینیں بھی منگوائی گئیں۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ انفراسٹرکچر تیار ہوگیا۔

روٹیوں کی تیاری اور سپلائی کا مسئلہ آیا، ہمارا معیار یہ تھا کہ روٹی عرصے تک نرم اور تازی رہے، سوکھ کر سخت اور بُھر بھری نہ ہو جائے۔ کوالٹی کے سلسلے میں امریکہ میں مختلف بیکریوں سے سیمپل ٹسٹ کئے گئے۔ ربوہ لنگر خانے میں تیار ہونے والی روٹیوں کے مطابق کوالٹی کے لئے بہت محنت کی، بہر حال امریکہ میں بیکری کا انتخاب کر لیا گیا، اور یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں کے طفیل ۱۹۹۲ء میں جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے انہی برتنوں میں کھانا تیار کر کے مہمانداری کی گئی۔ یہ خلیفۂ وقت ایدہ اللہ تعالیٰ کی شفقت بھری دعاؤں اور تعلیم الاسلام کالج سے فارغ التحصیل مرحوم ڈاکٹر صلاح الدین اور ٹیم لیڈر مکرم امتیاز راجیکی کے باہمی تعاون اور ایک سال کی محنتِ شاقہ سے ایک سال کی قلیل مدت میں ممکن ہو سکا، الحمدُللہ، جزاک اللہ احسن الجزا

دعا کی درخواست

عزیزم مرحوم ڈاکٹر صلاح الدین نافع الناس وجود تھے، انکی ناگہانی وفات کا زخم تا زندگی ہرا رہے گا، اور مرحوم کے بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی تحریک کرتا رہے گا۔

احباب جماعت سے مرحوم ڈاکٹر صاحب اور ان کی مہمانداری (میزبان) ٹیم کے لئے کی درخواستِ دعا ہے کہ جن کی محنتِ شاقہ سے ایک مشکل کام آسان ہوا، اور جس سے آئندہ نسلیں سالوں مستفید ہوتی رہیں گی، ان شاءاللہ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

اپنے لئے دعائے مغفرت کی درخواست

مرتبہ: امۃ الباری ناصر

"میں محمد اسمٰعیل ولد حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد سیّد ناصر امیر صاحب دہلوی آج مؤرخہ ۱۸ر جولائی ۱۹۴۷ء بوقت پونے آٹھ بجے شام اپنے احباب و اعزّہ سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں آ گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرمائے اور مغفرت فرمائے، آمین۔ میں نے دنیا میں ۶۶ سال قیام کیا یعنی ۲۰ر شعبان ۱۲۹۸ مطابق ۱۸ر جولائی ۱۸۸۱ء دوشنبہ کے روز پیدا ہوا اور ۱۸ر جولائی ۱۹۴۷ء میں اس جہانِ فانی کو چھوڑا۔ ناظرین اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے قبر کے دُکھوں۔ حشر کی تکالیف، پل صراط کے مصائب اور دوزخ کے عذابوں سے محفوظ کر کے جنت الفردوس میں محض اپنے فضل اور رحم سے جگہ عنایت فرمائے اور اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے، آمین۔"

مندرجہ بالا تحریر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل رضی اللہ عنہ کے ایک مضمون کا حصہ ہے۔ یہ مضمون آپ نے ۱۹۴۵ء میں تحریر فرمایا اور مکرم شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کو دے کر فرمایا کہ میرے انتقال کے فوراً بعد شائع کروا دینا۔ مضمون میں عمر اور وفات کی تاریخ درج نہیں تھی جو شیخ صاحب نے بعد میں درج کی۔

آپ نے وفات سے بہت عرصہ پہلے تجہیز و تکفین کے متعلق مفصل ہدایات وصیت کے طور پر رقم فرمائی تھیں۔

"میری نعش کو غسل دینے کے لئے اگر ممکن ہو تو شیخ عبد الرحیم بھائی جی اور شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی اور حکیم عبد اللطیف صاحب شہید کو بُلا لیا جائے۔ شہید صاحب پانی ڈالیں۔ کفن موجود ہے۔"

(مضامین حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صفحہ ۹۲)

جب حضرت میر صاحب کی وفات ہوئی یہ تینوں احباب زندہ سلامت قادیان میں موجود تھے۔ وہ اپنا فرض ادا کرنے پہنچ گئے اس طرح میر صاحب کی خواہش لفظ لفظ پوری ہوئی۔

تجہیز و تکفین کے بعد تدفین کا مرحلہ آتا ہے۔ حضرت میر صاحبؓ نے اس کے لئے بھی تیاری کی ہوئی تھی چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نام انتہائی عاجزی سے یہ درخواست لکھی۔

'آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ کوئی شخص اپنے انجام سے آگاہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ میرا انجام اچھا کرے اور مجھے بہشتی مقبرہ کا اہل بنائے۔ اگر یہ فضل مجھ پر خدائے قدّوس کی طرف سے ہو جائے تو میری خواہش ہے کہ اپنے لوگوں میں دفن ہوں۔ ایک جگہ حضرت والدہ صاحبہ اور دیوار کے درمیان ایک قبر کی ہے حضور کی مہربانی ہو گی مجھے وہاں دفن کیا جائے۔

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

والسلام

محمد اسمٰعیل'

اللہ تعالیٰ نے یہ خواہش بعینہٖ پوری فرمائی آپ مزار حضرت اقدس علیہ السلام کے احاطے میں اپنے والد ماجد حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور والدہ ماجدہ صاحبہؓ کے پہلو میں مزار حضرت اقدسؑ کے قدموں میں دفن ہوئے۔

اپنے کتبے کے لئے اشعار لکھے:

ایک پل بھی اب گزر سکتا نہیں تیرے بغیر
اب تلک تو ہو سکا جیسے گزارا ہو گیا
بعد مُردن قبر کے کتبے پہ یہ لکھنا مرے
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

اتنے سکون اور اشتیاق سے سفر آخرت کی تیاری کرنے والے حضرت میر محمد اسمٰعیل رضی اللہ عنہ حضرت سیّدہ نصرت جہاں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی چوالیسویں اور حضرت خواجہ میر درد کی پانچویں پُشت سے تھے۔ پُشت در پُشت صالحین کا سلسلہ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آیا تو عرفان کے سرچشمے سے فیضیاب ہو کر عشق الٰہی میں ترقی کرتا گیا حضرت میر صاحب نے ابتدا سے حضرت اقدس علیہ السلام کو قریب سے دیکھا مقدس صحبت میں رہے۔ علم الادیان اور علم الابدان دونوں کے ماہر تھے۔ نثر اور نظم میں بیش بہا خزانے

چھوڑے بے غرض انسانی خدمت طرۂ امتیاز تھا۔

آپ نے اپنی وفات کے بعد اشاعت کے لئے جو مضمون لکھا اس میں حیات و موت کا فلسفہ انتہائی دلگداز الفاظ میں تحریر فرمایا۔ جو بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔ مضمون درجِ ذیل ہے اس کو پہلے پیرا کے ساتھ ملا کر پڑھیں۔

''ہم میں سے ہر ایک نے خواہ وہ کوئی بھی ہو دنیا کو ایک دن چھوڑنا ہے۔ مگر پھر بھی ہم اس طرح سے چمٹے رہتے ہیں جیسے بچہ ماں سے۔ اور ہرگز الگ ہونا نہیں چاہتے۔ یہاں تک کہ ہم کو زبردستی اور اکثر اوقات خلاف مرضی اس سے الگ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر موت نہ ہوتی۔ تو ہم اپنے بڈھوں کو اور ناکارہ لوگوں کو شاید اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے۔ یا دنیا سے تنگ آجانے کی وجہ سے خودکُشیاں کرتے پھرتے دُنیا کی زندگی اور اس کے دُکھ آخر کار اس میں ہمارا رہنا دوبھر کر دیتے۔ پس خدا تعالیٰ کی کمال حکمت نے ہمارے لئے ایسا انتظام فرمایا کہ ہم خود ایک عمر کے بعد عالمِ دُنیا سے اُکتانے لگتے ہیں۔ لیکن چونکہ دوسرا عالَم اَن دیکھا ہوتا ہے۔ اور شاید آخرت پر کامل یقین میسّر نہیں ہوتا۔ اور اپنے گُناہوں کا ڈھیر سامنے نظر آتا ہے۔ اس لئے ہم کو دوسرے جہاں کی طرف انتقال کرتے ہوئے سخت ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ عالمِ بقا ہی اصل جگہ ہے۔ جہاں صفاتِ الٰہیہ اپنی پوری شدّت کے ساتھ ہم پر جلوہ گر ہونے والی ہوتی ہیں۔ آخرت کی ربوبیت دُنیا کی ربوبیت سے شدید تر ہے آخرت کا رحم دُنیا کے رحم سے ارفع تر ہے۔ اور آخرت کی مالکیت دُنیا کی مالکیت سے اعلیٰ ترین۔ موت کو صرف ایک دروازہ ہے جو ایک خاردار سرنگ کے سرے پر ہے۔ اور دوست کو دوست سے اور بندہ کو اپنے مالک سے ملاتا ہے۔ پس چند کانٹوں کی خراشوں سے ڈر کر حُسنِ ازلی کی طرف نہ جانا یا نعمتِ ابدی سے منہ پھیر لینا۔ اور اس محسن کے ساتھ والہانہ شوق محبت اور عشق کے ساتھ قدم نہ اٹھانا محض بے وقوفی اور نادانی ہے۔ وہاں کا خدا دُنیا کے خُدا سے زیادہ مہربان ہے۔ زیادہ کریم ہے۔ زیادہ غفور ہے۔ زیادہ منعم ہے۔ زیادہ مجیب و قریب ہے۔ زیادہ رؤف ہے۔ زیادہ نافع ہے۔ زیادہ حنّان و منّان ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ہماری خواہشیں پوری کرنے والا ہے۔ اور یقیناً ویسا نہیں ہے جیسا غیر مذاہب والوں نے اس کو سمجھ رکھا ہے یا ہم سے اکثر نے اس کو ہوّا بنا رکھا ہے۔ اس نے تو انسان کو بہشت کے لئے اور اپنی صفات کے فیضان کے لئے پیدا کیا ہے۔ پس یہ بدظنی اپنے محسن پر کیوں کر روا رکھی جاسکتی ہے کہ وہ ہم کو وہاں دائمی دکھوں کے لئے لے جاتا ہے۔ میں نے دُنیا میں تکالیف ابتلاء، مصائب اور بیمار ایسے دیکھے۔ مگر ان میں بھی خدا کے فضل اور اس کی رحمت کو ہر قدم پر محسوس کیا۔ پس اب جبکہ لقائے الٰہی کا مقام قریب تر ہوتا جاتا ہے میں کیونکر آگے بڑھنے یا انتقالِ مقامی سے ڈر سکتا ہوں۔ سوائے عزیزو تم بھی اس رحمٰن رحیم خدا کی محسنانہ صفات پر ایمان بلکہ یقین رکھو۔ اور موت کو صرف ایک سیڑھی سمجھو کہ یہ نچلی منزل سے انسان کو بالاخانہ تک پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ کی کسی چیز کا محتاج نہیں۔ نہ اس کے مال کا نہ اس کی عبادت کا۔ وہ تو صرف اتنا چاہتا ہے کہ بندے اس کو ہی اپنا پیارا ربّ تسلیم کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور اسی کو اپنا محسن۔ اپنا منعم اپنا خیر خواہ اور اپنا مالک سمجھیں۔ پس کیا اتنی سی بات کے لئے انسان اپنی عاقبت کو خراب کر سکتا ہے؟ اس نے تو فرما دیا ہے کہ مَنْ قَالَ لَآاِلٰہَ اِلَّااللہ دخل الجنۃ۔ پس کیا اس کلمہ کے کہنے اور مان لینے سے جو محض حق ہی حق ہے۔ کوئی انسان انکار کر سکتا ہے؟ میں نے ایک عظیم الشان نبی سے لے کر دُنیا کی ادنیٰ ترین مخلوق کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن جو کرم۔ جو رحم۔ جو شفقت۔ جو مروت اور جو احسان مجھے اپنے خداوند میں نظر آیا۔ بخدا وہ ہرگز کسی دوسرے میں نظر نہیں آیا۔ پس ایسے خدا کے لقاء سے اور اس کے روبرو پیش ہونے سے ڈرنے کے کیا معنی؟ دُنیا کے آرام اور نعمتیں ان آراموں اور نعمتوں کا کیا مقابلہ کر سکتی ہیں جو اس نے ہمارے لئے اگلے جہان میں مقدر کر رکھی ہیں۔ نیک اخلاق اور مذہبی عبادتیں تو محض ہمارے اپنے فائدہ کے لئے ہیں۔ نہ کہ خدا کے فائدہ کے لئے ہیں۔ لیکن اگر ان میں کچھ کمی رہ جائے تو اسے دعاؤں سے پوری کرو۔ مگر اپنے آقا کا دامن کسی حالت میں نہ چھوڑو۔ کیونکہ ایسی وفاداری بہر حال تمہارے لئے بابرکت اور سُود مند ہوگی۔

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیرٌ بالعباد واٰخر دعوٰ نا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔ واشھد ان لآ الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ۔ ربنا انّنا سمعنا منادی ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا و توفنا مع الابرار۔ آمین۔

خاکسار محمدؐ اسماعیل

(الفضل ۲۲/ جولائی ۱۹۴۷ء)

میری والدہ مکرمہ سیّدہ ریاض فاطمہ صاحبہ

سیّد ساجد احمد۔ فارگو۔ نارتھ ڈکوٹا۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ

میری والدہ محترمہ سیّدہ ریاض فاطمہ صاحبہ اہلیہ سید سجاد حیدر صاحب مرحوم چند سال کی بیماری کے بعد ۸۵ سال کی عمر میں ۲۳ مارچ ۲۰۱۷ء کی شام کو جیکسن وِل فلوریڈا میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۲۷ مارچ کو ان کی نمازِ جنازہ میں نے پڑھائی جس میں جماعت کے احباب نے کثرت سے شمولیت فرمائی۔

مرحومہ کے والد سید سردار علی شاہ ولد سید ناظم علی شاہ صاحب اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔ انہوں نے مجھے میرے بچپن میں کئی دفعہ یہ دلچسپ واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ایک مناظرے میں غیر احمدی مناظر نے کہا کہ جو احمدی ہو جاتا ہے اس کی شکل مسخ ہو جاتی ہے۔ مشہور احمدی مناظر محترم عبدالرحمٰن صاحب خادم نے، جو جماعت میں بہت ہی معروف کتاب احمدیہ تبلیغی پاکٹ بک کے مصنف ہیں، سید سردار علی شاہ صاحب کو کھڑا ہونے کو کہا اور غیر احمدی مناظر کو چیلنج کیا کہ اگر ان کی بات درست ہے کہ احمدی ہونے سے شکل مسخ ہو جاتی ہے تو وہ اپنے لوگوں میں سے سیّد سردار علی شاہ صاحب سے زیادہ حسین غیر احمدی شخص کھڑا کریں۔ غیر احمدی مناظر نے کہا کہ یہ سیّد ہیں۔ خادم صاحب نے جواب دیا کہ سیّد کی غلط کام کرنے کی سزا تو دوسروں سے کہیں زیادہ ہونی چاہیئے اور ان کی شکل تو احمدیت کے قبول کرنے کی وجہ سے کسی بھی اور شخص کی شکل سے زیادہ خراب ہونی چاہیئے۔ خادم صاحب کے اس جواب کا مخالف مناظر کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

میری والدہ ۱۹۳۱ء میں کھاریاں میں پیدا ہوئیں۔ آپ مکرم سید سردار علی شاہ صاحب اور ان کی اہلیہ مکرمہ سیدہ رابعہ بی بی کی پہلی اولاد تھیں۔ میں سنتا تھا کہ میری نانی جی کو قرآن کے معانی لفظ بہ لفظ آتے تھے۔ دونوں والدین سادہ مزاج اور قد آور تھے اور پنجابی بولتے تھے۔

اس زمانے کے دیہاتی ماحول میں تعلیم کا زیادہ رجحان نہ تھا۔ میری والدہ کے پاس موٹے لفظوں میں لکھا ہوا قرآن مجید تھا جسے اکثر پڑھتی رہتی تھیں۔ اردو میں اپنا نام لکھ لیتی تھیں۔ حسبِ ضرورت معمولی اور مختصر عبارت بھی اردو میں لکھ لیتی تھیں۔ خوش خطی میں لکھی کچھ تحریریں ذرا زور دے کر پڑھ لیتی تھیں۔ میرے ابا جان ادبی شوق رکھتے تھے۔ انہوں نے کئی دلچسپ منتخب اشعار اور نظمیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر جمع کی ہوئی تھیں، جن میں سے کئی امی جان کو بہت پسند تھیں اور وہ انہیں کبھی کبھی بڑے شوق سے پڑھتی تھیں۔

آپ اپنے چھوٹے بھائی نثار شاہ کے لئے رشتہ دیکھنے کے لئے افرادِ خاندان کے ساتھ قادیان جلسہ پر گئیں۔ میرے خیال میں یہ قادیان میں ۱۹۴۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا آخری جلسہ سالانہ تھا۔ دیکھئے جلسے کی برکات اور فائدے کہ اس جلسے کے موقع پر ان کے بھائی کے نکاح کے ساتھ آپ کا نکاح بھی طے پا گیا۔ آپ دونوں بہت خوش قسمت تھے کہ آپ دونوں کے نکاحوں کا اعلان حضرت مسیح موعود کے پسرِ موعود اور مصلحِ موعود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان میں جلسہ کے مبارک موقع پر فرمایا۔ پہلا نکاح سید نثار شاہ صاحب کا پڑھایا گیا۔ جب آپؓ نے ان کی ہونے والی بیوی کے والد مکرم سید منور شاہ صاحب سے ان کی بیٹی کی شادی کے لئے رضا مندی کا سوال کیا تو انہیں آواز سنائی نہ دی اور ان کی جگہ نثار شاہ کھڑے ہو گئے تو حضرت مصلحِ موعودؓ نے مکرم نثار شاہ صاحب سے فرمایا کہ ابھی ان کی باری نہیں آئی۔ جب اُن کی باری آئی تو پھر حضرت مصلحِ موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں، اب آپ کی باری ہے اور ان سے نکاح کی رضا مندی لی۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے میرے والدین کے نکاح کا اعلان فرمایا۔

میرے والد شادی کے وقت رینجرز میں تھے۔ یہ تقسیم ملک کا وقت تھا۔ کچھ لوگ طوعاً اور کچھ لوگ کرہاً ایک ملک سے دوسرے ملک جا رہے تھے۔ بھاگ دوڑ میں بہت سے لوگ اپنی قیمتی اشیاء پیچھے چھوڑ گئے،

یالٹیروں سے واپس لی گئیں ۔ ابا جان کی ایمانداری کے مدِ نظر سونے کے زیورات کی حفاظت آپ کے ذمہ لگائی گئی تھی ۔ والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا کہ ایک محافظ کو ایک انگوٹھی چوری کرنے پر ملازمت سے بھی نکال دیا گیا تھا ۔ بعد میں آپ محکمہ مال میں چلے گئے ۔ آپ کا اکثر تبادلہ ہوتا رہتا تھا ۔ والدہ صاحبہ نئے ماحول سے جلدی مانوس ہوجاتی تھیں اور نئے لوگوں سے اچھے روابط قائم کر لیتی تھیں لیکن ان کے ساتھ گپ شپ میں وقت ضائع نہیں کرتی تھیں اور گھر کے کام کاج میں ہر وقت مصروف رہتی تھیں ۔ ہر چیز نظافت اور سلیقے سے رکھتی تھیں اور گھر کو خوب صاف ستھرا رکھتی تھیں ۔

آپ نے مجھے بتایا کہ میں گجرات کے پرانے سِول ہسپتال میں جڑواں پیدا ہوا تھا ۔ ان دنوں سیلاب آیا ہوا تھا ۔ نانا جان شلوار گھٹنوں تک اٹھائے ہوئے سیلاب کے پانی میں سے گزر کر ان کے پاس خوراک اور دیگر ضروری اشیاء کے ساتھ ہسپتال پہنچ پاتے تھے اور باہر سیلاب کی کثرت کی وجہ سے اکثر رات وہیں ہسپتال میں ہی گزارتے تھے ۔ سیلاب کی وجہ سے امی دو ہفتے تک گھر نہ جاسکیں ۔ دونوں بچوں کے نام حسن اور حسین رکھے گئے لیکن حسن فوت ہوگیا تو میرا نام ساجد رکھ دیا گیا ۔

میرے والد سید سجاد حیدر صاحب کے والد سید محمد یوسف میرے والدین کی شادی کے وقت حکومتی ملازم تھے ۔ بعد میں ریڈر کے عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد صدر انجمن احمدیہ میں بطور مختارِ عام جائیداد خدمت پر مامور ہوئے اور اسی عہدے پر ۱۹۶۵ء میں کچھ عرصہ فضلِ عمر ہسپتال میں صاحبِ فراش رہنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے ہی وفات پا گئے اور آپ کی نمازِ جنازہ نمازِ جمعہ کے بعد مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھائی ۔ مجھے یاد ہے کہ اسی خطبے میں یہ اعلان کیا گیا کہ مستورات بھی نمازِ جنازہ میں شامل ہوسکتی ہیں ۔ میرے والد اور دادا دونوں موصی تھے اور ربوہ کے اولین بہشتی مقبرہ میں دفن ہیں ۔ میری امی نے مجھے بتایا کہ مکرم سید محمد یوسف صاحب سادہ منش، سفید پوش اور خدا رسیدہ صوفی تھے ۔ سادگی کی انتہا یہ تھی کہ بستر پر بستر پوش کے بغیر سوتے اور اگر بستر پر چادر ہوتی تو سونے سے پہلے اسے اٹھا دیتے ۔ کبھی کسی کی بد گوئی یا شکایت نہ کرتے اور ہر کسی کا بھلا چاہتے ۔

شادی کے بعد میاں بیوی گوجرانوالہ رہنے کے لئے گئے ۔ یہ تقسیم ملک کے دن تھے اور لوٹ مار کی روک تھام کے لئے رات کو کرفیو لگ جاتا تھا چنانچہ انہیں رات شہر سے باہر بس میں گزارنی پڑی اور اگلے روز صبح اپنے گھر جا سکے ۔

آپ نے ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے دونوں فسادوں کے دوران میں بڑے استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ بہادرانہ اپنے میاں کا ساتھ دیا اور باقی زندگی کے دوران بھی مسائل کا زیادہ علم نہ ہونے کے باوجود احمدیت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا ۔

بچوں کو ان کی مرضی کے اچھے اچھے کھانے بنا کر دیتی تھیں ۔ جب بارش ہوتی تو سیرہ (پتلا حلوہ) بناتیں ۔ کھانے موسم کے مطابق ہوتے اور بڑی محنت سے تیار کرتیں ۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی آپ سے کھانا جلا ہو یا خراب پکا ہو ۔

اپنے ، اپنے میاں اور بچوں کے کپڑے خود ہی سیتیں ۔ کپڑے بالکل ناپ کے مطابق ہوتے ۔ اگر کچھ فرق ہوتا تو ادھیڑ کر دوبارہ سیتیں اور انہیں چین نہ آتا ، جب تک کہ کوئی نقص باقی نہ رہتا ۔ سویٹر بھی بنتی تھیں اور کروشیا کا کام بھی کرتی تھیں ۔ ہر سال موسم سرما کی تیاری میں تکیئے رضائیاں تروتازہ کردیتیں ۔ صابن بھی خود ہی بنا لیتی تھیں ۔ پرانے اخبار اور کاغذ بھی ضائع نہیں ہونے دیتی تھیں ۔ انہیں پانی میں نرم کر کے گھونٹ لیتیں اور ان سے پلیٹیں اور چھابے وغیرہ بنا لیتیں ۔ سرکنڈوں اور تیلیوں کو آپس میں بُن کر چھابے اور دیگر خوبصورت سجاوٹ کی چیزیں بنا لیتی تھیں ۔

جب ہم بچے تھے تو کہانیاں بھی سناتیں اور کئی دفعہ حیران بھی کر دیتیں ۔ ایک دفعہ بڑا سا لکڑی کا ڈھانچہ لے کر اس پر کپڑا ڈال کر اس کے

اندر چھپ گئیں اور ہمیں بھُوت بن کر خوب ڈرا دیا۔

نماز میں ہمیں ساتھ کھڑا کر لیتیں اور بلند آواز سے نماز کے الفاظ پڑھتیں تا کہ ہم ان کی نقل کرتے ہوئے نماز ادا کرنے کا طریقہ اچھی طرح سمجھ جائیں۔

محنت سے بے نقص کام کرنے کی کوشش کرنا میں نے آپ سے ہی سیکھا۔ جب ہم حافظ آباد اپنے مکان میں آئے تو کمرے میں بجلی نہ تھی۔ آپ نے باہر سے بجلی کی تاریں اندر لا کر انہیں دیواروں کے ساتھ لگا کر شام ہونے سے قبل اونچی چھت پر قمقمہ لگا کر کمرے کو برقی روشنی کی لہروں سے جگمگا دیا۔

میں جب کالج جاتا تھا تو بڑی محبت سے ساتھ لے جانے کے لئے پراٹھا بنا کر دیا کرتی تھیں۔ میرے خورو نوش کا خوب خیال رکھتی تھیں اور روزانہ سکول جانے سے پہلے مزے دار ناشتے کے ساتھ بد مزہ کاڈ لِوَر آئل (مچھلی کے جگر کا تیل) بھی پینا پڑتا تھا۔ گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران میں سارا دن بیٹھک میں کرسی میز پر بیٹھ کر مطالعہ کرتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ دوپہر کا کھانا میرے پاس رکھ جاتیں اور میں کام میں اتنا مصروف ہوتا کہ کھانا کھانا بھول جاتا اور شام کو رات کا کھانا لے کر آتیں تو دوپہر کا کھانا وہیں ویسے ہی پڑا ہوتا جیسا کہ رکھ کر گئی تھیں مگر کبھی ناراض نہ ہوتیں اور اپنی محنت کے ضائع ہونے کی شکایت نہ کرتیں اور پرانا کھانا اٹھا کر لے جاتیں اور اس کی جگہ نیا کھانا رکھ جاتیں۔

والد صاحب حکومتی ملازم تھے۔ آمدنی کم اور محدود تھی۔ والد صاحب اپنے دفتری خرچ کے لئے کچھ روپے رکھ لیتے اور باقی ساری رقم انہیں دے دیتے۔ آپ اسے اس طرح سنبھال کر استعمال کرتیں کہ آمدنی لامحدود نظر آتی۔ وہ ابا جان کا بینک تھیں۔ ابا جان کو ضرورت پڑتی تو امی جان سے لے لیتے۔

آپ نے آخری عمر میں مجھے بتایا کہ میرے پیدا ہونے کے بعد مجھے بولنا شروع کرنے میں بہت دیر لگی۔ انہوں نے ایک تکیے میں میرے لئے پیسے جمع کرنے شروع کر دیئے کہ جب میں بولنا شروع کروں گا تو جو بھی مانگوں گا، وہ مجھے خرید دیں گی۔ میں نے چلنا شروع کرنے کے بعد بولنا تو شروع کر دیا لیکن کبھی کچھ مانگا نہیں۔ اس سارا عرصہ میں آپ اس انتظار میں رقم جمع کرتی رہیں کہ جب بھی کچھ مانگوں گا تو مجھے لے دیں گی۔ جب میں نے کالج کے بعد یونیورسٹی میں جانا شروع کیا تو ایک روز سکوٹر کا ذکر کیا کہ اس سے آنے جانے میں آسانی ہو سکتی ہے۔ مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ آپ کے پاس بھی کچھ رقم ہو سکتی ہے اور نہ اس خیال سے بات کی کہ کوئی مجھے سکوٹر لے بھی دے گا۔ آپ نے اسی وقت مجھے اس رقم سے جس کو آپ کسی کو بتائے بغیر میرے لئے جمع کرتی رہی تھیں مجھے میری پسند کا ایک بالکل نیا سکوٹر خرید دیا۔

سالوں ساتھ رہنے کے بعد ماں باپ کی بچوں سے علیحدگی بڑی مشکل ہوتی ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے میرے نصرت جہاں سکیم میں افریقہ جانے کے لئے تین سال کے وقف کو قبول فرمایا تو مجھے رخصت کرتے ہوئے میری والدہ نے مجھے صرف ایک ہی چند لفظوں پر مشتمل لیکن بڑی معنی خیز اور مفید نصیحت فرمائی۔ انہوں نے فرمایا: بیٹا، مِٹ کے رہنا۔ یہ نصیحت بہت ساری اسلامی تعلیمات کا جامع خلاصہ ہے اور اس ایک فقرے میں حکمتوں کا دریا رواں دواں ہے جس پر عمل سے مجھے زندگی میں اکثر بہت فائدہ پہنچا۔

امریکہ آنے کے بعد انہوں نے امریکی شہری بننے کے لئے شہریت کا امتحان ضرور پاس کرنا تھا۔ میں نے ان کے کہنے پر اپنی اہلیہ کی مدد سے انہیں ایک ٹیپ بنا کر دی جس میں شہریت حاصل کرنے کے لئے متوقع انگریزی سوالوں کے جواب انگریزی میں ریکارڈ کر دیئے۔ آپ نے دن رات محنت کر کے سب سوال و جواب پوری طرح سمجھ لئے اور شہریت کے امتحان میں غیر متوقع طور پر کامیابی حاصل کر لی۔ شروع میں ہمارے پاس ٹھہرتی تھیں اور میری اہلیہ سیدہ بشریٰ سلطانہ صاحبہ ان کی ہر معاملے میں مدد اور خدمت کرتی تھیں۔

آپ کی مرضی بہت تھی کہ حج پر جاتیں لیکن گھٹنوں کی معذوری کی وجہ سے نہ جا سکیں تو مجھے حج بدل کے لئے بھجوایا اور اتنی رقم دے دی کہ

میں اور میری اہلیہ دونوں دو ہفتے سے زائد عرصے کے لئے حج پر جا سکے اور مکہ اور مدینہ دونوں مقامات میں رہے اور مکہ کے سب سے اعلیٰ ہوٹل میں رہنے کا موقع میسر آیا۔ منیٰ اور عرفات میں نہ صرف اپنے آبا اور اعزّہ و اقارب کے لئے بلکہ اپنے بچپن سے لے کر اُس وقت تک کے ہر زمانے کے رِحمی، دینی، ذہنی، تعلیمی اور معاشی تعلق رکھنے والے ایک ایک شخص کو یاد کر کے ان کی ہر قسم کی بہتری کے لئے دعا کرنے کا موقع میسر آیا۔

مرحومہ نماز و روزہ کی پابند، دعا گو اور بہت ملنسار تھیں۔ جماعت کی مستورات سے مسجد اور اپنے اور ان کے گھروں میں ملتیں اور فون کے ذریعے رابطہ رکھتیں۔ جب بہت ضعیف ہو گئیں تو جماعت کی تقریبات میں بیماری کی وجہ سے کار میں لیٹ کر تکلیف کے ساتھ جاتی تھیں، مگر انہیں جانا ضرور ہوتا تھا۔ آپ سب لجنات سے اچھے تعلقات رکھتی تھیں۔ آپ کی وصیت کرنے کی بڑی خواہش تھی مگر عمر بڑی ہونے کی وجہ سے ان کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

آپ کے بیٹے سید ساجد احمد، سید خالد احمد اور سید حامد مہ لقا احمد امریکہ میں رہتے ہیں اور آپ کی بیٹی لیڈی ڈاکٹر سیدہ ناصرہ عزیز فاطمہ پاکستان میں رہتی ہیں۔ آپ کی عمر کے آخری سالوں میں حامد اور ان کی فیملی نے آپ کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔ اس سے قبل آپ بہت عرصہ خالد کے پاس رہیں۔

آپ کی وفات پر مولانا انعام الحق صاحب کوثر، امیر اور مبلغ انچارج آسٹریلیا، نے مجھے تحریر فرمایا:

> بہت افسوس کی خبر ہے کہ آپ کی والدہ اور میری خالہ وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کا سلوک مجھ سے بہت اچھا تھا۔ وہ مجھ سے ماں کی طرح محبت کرتی تھیں۔ مجھ سے ہمیشہ اچھی طرح بات کرتی تھیں۔ وہ سالوں سے ہومیو پیتھی کی دوائیں استعمال کر رہی تھیں اور اپنی بیماری کے حالات کے ساتھ ساتھ اپنی خوشیوں اور فکروں کا بھی ذکر کرتی تھیں۔ مجھ سے گفتگو کرنے سے انہیں چین ملتا تھا اور اپنے فکروں کو بھول جاتی تھیں۔ میں ان کی نظر میں ان کے بچے کی طرح تھا۔
>
> انہیں اپنے میاں بہت یاد آتے تھے اور ان کا ذکر بہت احترام سے کرتی تھیں۔ انہیں سیاٹل میں اپنے بیٹے کا ہمیشہ فکر رہتا تھا۔ انہیں پاکستان میں اپنے پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کی بھی ہمیشہ فکر رہتی تھی اور ان کی بہبودی کے لئے دعائیں کرتی رہتی تھیں۔
>
> اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے۔ براہ کرم مجھے ان کے بارے میں مزید معلومات بہم فرمائیں تاکہ ہم ان کا جنازہ یہاں پڑھ سکیں۔ براہِ کرم ہماری ہمدردیاں محترم حامد مہ لقا کو اور سیاٹل میں اپنے بھائی کو پہنچا دیں۔ شکریہ۔

آپ کی وفات پر ہمارے نہایت ہی مشفق وہمدرد امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن میں آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی جس کا ذکر الفضل انٹرنیشنل میں درج ہے اور اپنے پُر شفقت تعزیت نامے میں بڑی محبت سے تحریر فرمایا:

> آپ کی والدہ کی وفات کا بہت افسوس ہوا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اور آپ کو ان کی جدائی کا صدمہ صبر سے برداشت کرنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام دے اور سب لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ میری طرف سے اپنے تمام عزیز و اقارب سے بھی تعزیت کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

✪